رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

مدیر: چوہدری ریاض احمد

Email: centralanjuman@yahoo.com

فون نمبر: 5863260
5862956

جلد نمبر 96	13 محرم تا 13 صفر 32-1430 ہجری - یکم تا 31 جنوری 2010ء	شمارہ نمبر 25-26

ارشادات حضرت امامِ وقت

اے ہمارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو

وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً وعملاً وصدقاً وثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔۔۔ وہ انسان، جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النّبیین، جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے ہمارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی۔ اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اس نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔ (اتمام الحجہ ص۳۶)

آپ کی رائے

سالانہ دعائیہ دسمبر 2009ء

(پانچ روزہ سالانہ دعائیہ 23 تا 28 دسمبر 2009ء جامع دارالسلام، 5 عثمان بلاک نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں منعقد ہوا۔ امن و امان کے غیر یقینی حالات کے پیش نظر کئی لوگوں کا خیال تھا کہ اس دفعہ اس کو ملتوی کیا جائے۔ لیکن حضرت امیر ایدہ اللہ نے جب مختلف جماعتوں سے ان کی رائے معلوم کی تو سب نے اس بات پر اصرار کیا کہ دعائیہ ہر حال میں منعقد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ اس دعائیہ اجتماع میں سب شرکت کرنے والوں کی حفاظت فرمائے گا۔

اللہ کے فضل و کرم اور احباب و خواتین کی ایمانی قوت کی بدولت سالانہ دعائیہ کامیابی سے انعقاد پذیر ہوا۔ ہم معذرت خواہ ہیں کہ دعائیہ کی تفصیلات ابھی تک مرتب ہو رہی ہیں۔ اس لئے اس شمارے میں اس کو شامل نہ کیا جا سکا۔

ہماری کوشش ہوگی کہ آئندہ شمارے میں اس کو شائع کیا جائے۔ اس وقت ہمارے سامنے وزیر آباد سے بیگم نگینہ عامر صاحبہ کا خط ہے جس میں انہوں نے بعض مقررین کی تقاریر جن کے موضوعات عام روش سے ہٹ کر تھے۔ ان کے متعلق انہوں نے اپنے تاثرات لکھے ہیں۔ اس خط کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ ادارہ)

مکرم و محترم ایڈیٹر صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے سالانہ دعائیہ کا اجتماع بخیر و خوبی انجام پذیر ہوا۔ تمام خدشات کے باوجود حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے عزم، احباب کے تعاون اور حوصلہ نے اس کو کامیاب بنایا۔ خواتین و احباب مقررین اور حضرت امیر ایدہ اللہ کی افتتاحی اور اختتامی خطابات کافی ایمان افروز تھے۔ مجھے چند مقررین کے موضوعات اور تقاریر نے خاصہ متاثر کیا۔

ان کے نام اور موضوع حسب ذیل ہیں۔

1۔ ڈاکٹر خورشید عالم ترین صاحب (سرینگر)

موضوع: ''قرآن اور سائنس''۔ موصوف نے سائنس کی نئی انکشافات کی تفصیلات کے ذریعہ قرآن کے حقائق کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا۔ اس طرح قرآن مجید کی اس حقیقت کی سچائی بھی ثابت ہوئی کہ کائنات اور کلام الٰہی میں کوئی تضاد نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی سچائیوں کو نئے نئے پہلوؤں سے اجاگر کرتے ہیں۔

2۔ محترم شرمین جمیل صاحبہ (راولپنڈی)

موضوع: ''سورۃ فاتحہ اور نفس کی ترقی''۔ سورۃ فاتحہ انسان اور خالق کائنات کے درمیان تعلق کو نہ صرف قائم کرتی ہے بلکہ زندگی کے نظریات کو مقصدیت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں عشق الٰہی قلب سلیم کو روحانی مدارج کے حصول میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

3۔ سکواڈرن لیڈر ریٹائرڈ مبشر عمر صاحب (کراچی)

موضوع: ''مقام ھُو اور وحدت میں فرق''۔ انسان مخلوق ہونے کے اعتبار سے اپنے خالق کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ اس سے تعلق جوڑ کر زندگی کی حقیقت کو پاسکے۔ بالکل اس طرح کہ ایک بچہ کو اپنی ماں کی تلاش رہتی ہے۔ اور اس کو پا کر اس کو جو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کے بغیر بچہ خواہ کچھ بھی بن جائے ایک کمی محسوس کرتا رہتا ہے۔

دین اسلام میں خالق کو ملنے کے لئے کوئی چھوٹا اور آسان طریق نہیں۔ علم و عمل کے مراحل سے گذر کر ہی وصال کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ علم و عمل کا کمال اللہ تعالیٰ کی دو صفات رحمان اور رحیم ہیں۔

جب ایک بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا کامل علم حاصل کر لیتا ہے تو اس میں عمل کی وہ انتہائی قوت حاصل ہو جاتی ہے جو اس کو مقام رحیمیت تک پہنچا دیتی ہے۔ یہی رسول اکرم صلعم کے نام احمدؐ اور محمدؐ کے ناموں کی اہمیت اور کمال کا وہ مقام ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خاتم النبین کا مقام عطا کیا۔

4۔ میجر ریٹائرڈ اعجاز بٹ صاحب (لاہور)

موضوع: ''عالمی مسائل اور قرآنی حل''۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں طاقت ور ''نیو ورلڈ آرڈر'' کی آڑ میں کمزوروں کو محکوم کرتا رہا ہے۔ وہ نپولین ہو یا ہٹلر یا آج کے دور میں امریکہ کی سپر پاور۔ اسلام وہ واحد روحانی اور سماجی انقلابی تحریک ہے جس نے محکوموں کے دلوں کو جیت لیا اس لئے کہ مسلمانوں نے دوسروں کے حقوق کا پاس کیا اور ان کو ہر قسم کی مذہبی اور سماجی آزادی کو محض پالیسی کے طور پر نہیں بلکہ دین کے احکامات کا حصہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوئے اور محکوم لوگوں اور ان کے وسائل کو انہی کی بھلائی کے لئے خرچ کیا اور ان کو اپنی روحانی قوت سے ہمیشہ کے لئے حلقہ بگوش کر لیا۔ والسلام

نگینہ عامر (وزیر آباد)

☆☆☆☆

افتتاحی خطاب حضرت ڈاکٹر عبد الکریم سعید صاحب

امیرقوم ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز (برموقع سالانہ دعائیہ 25 دسمبر 2009ء دارالسلام، لاہور)

''اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔ سب تعریف اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک کے لئے ہے۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ جو گمراہ ہوئے۔''

اس دعائیہ کی افتتاحی تقریب کے شروع میں میں سب کو اسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ کہتا ہوں۔ اور ایک نظم کے چند اشعار آپ کو سنا کر پھر اپنی تقریر کا آغاز کروں گا۔ یہ نظم ''پیغامِ صلح'' کے دعائیہ نمبر میں درج ہے اور کلام محمد اعظم علوی صاحب مرحوم کا ہے۔ اس نظم کا عنوان یہ ہے۔

''آپ آئیں گے تو گلشن میں بہار آئے گی''۔

ظاہر ہے اس میں اشارہ دعائیہ کی طرف ہے اور آپ لوگوں کے آنے سے ہی اس گلشن میں بہار آئے گی۔ اشعار یہ ہیں:

آپ آئیں گے تو گلشن میں بہار آئے گی
ایک رونق ہے جو بے حدو شمار آئے گی

آپ کے آنے سے ہر دل کو سکوں پہنچے گا
آپ جو آئیں گے اِک موجِ قرار آئے گی

آپ لائیں گے جو تصویر اخوت کی یہاں
ولولے دیں گے وہ ہر دل میں نکھار آئے گی

استدعا ہے یہ بزرگوں سے کہ وہ آئیں ضرور
اُن کے آنے سے اخوت بکنار آئے گی

نوجوانوں کو یہ لازم ہے کہ وہ بڑھ کر آئیں
اُن کی ہمت ہے جو ہر کام سنوار آئے گی

مِل کے ہم روئیں گے جب دِیں کی اشاعت کیلئے
حق سے نصرت کی جھلک قرب و جوار آئے گی

اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہر سال مل بیٹھنے کا یہ موقع اپنے مسیحِ زماں کے ذریعہ فراہم کیا ہے۔ انہوں نے یہ ایک اہم روحانی اجتماع کے ماڈل کی بنیاد ڈالی تھی۔ جس کی تقلید آج ساری دنیا کر رہی ہے۔ جہاں کہیں دینی اجتماع ہوتا ہے لاکھوں کی تعداد میں لوگ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم حقائق پر مبنی یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اُس زمانہ میں جب لوگ اسلام کو نفرت سے دیکھنے لگے تھے۔ عیسائیوں، ہندوؤں اور باقی سب مذاہب کے لوگ اسلام کے خلاف خطرناک حملے کر رہے تھے اور مسلمانوں کے بعض طبقے بے زار ہو کر عیسائیت ہندومت وغیرہ قبول کر رہے تھے۔ ان حالات میں مسلمانوں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسلام کا دفاع کس طرح کریں۔ اس وقت اللہ کا سپاہی امامِ وقت آیا اور اس نے اسلام کے دفاع کے لئے جہاں ایک جماعت قائم کی وہاں اس جماعت کو مل جل کر بیٹھنے کے مواقع بھی فراہم کئے اور ان میں سب سے اہم موقع سالانہ جلسہ یا دعائیہ ہے۔ یہ حضرت امامِ وقت کی دوربین نگاہ تھی کہ ہر سال کچھ تاریخیں ایسی رکھ دی جائیں جن میں سارے بہن بھائی اپنے بزرگوں کے سائے تلے اکٹھے آبیٹھیں اور پھر یہاں سے ایک نیا حوصلہ اور نیا عزم لے کر اپنے ساتھ واپس

جائیں۔
کل خواتین کا اجتماع نہایت کامیاب رہا۔ خواتین اور نوجوان بچیوں نے اسلام اور تحریک احمدیت کے بارے میں نہایت علمی اور دلوں کو تقویت پہنچانے والے خیالات اور عزم کا اظہار کیا۔ اس لحاظ سے اگر ہم کہیں کہ پانچ روز کا دعائیہ جو کل شروع ہو چکا ہے اور آج اس کا باقاعدہ افتتاح ہو رہا ہے تو غلط نہ ہوگا۔ اکثر احباب اور خواتین نے صبح کی نماز سے پہلے تہجد کے نفل ادا کئے۔ اسلام کی حفاظت اور پاکستان کی سلامتی کے لئے نمازوں میں آنسو بہائے۔ میرا ایمان ہے کہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ فرشتے نازل فرمائے گا جو گو ہم کمزور انسان محسوس نہ کر رہے ہوں لیکن یقیناً اس وقت وہ ہمارے ساتھ شامل ہیں۔ اور ابھی عزیزم اطہر رسول صاحب اور پھر ہمارے بزرگ صاحبزادہ ظہور احمد صاحب نے حضرت امامِ وقت کی جو نظمیں پڑھیں ہیں ان میں ہمارے لئے تقویت کا ایک پیغام ہے۔

مجھے احساس ہے کہ یہ دعائیہ جس میں ہم شامل ہیں اس میں آنے والوں کے لئے، سڑک پر چلتے ہوئے بچوں کے لئے، بازاروں میں شاپنگ کرتی خواتین کے لئے، تعلیم کے لئے سکول جانے والے بچے اور بچیوں کے لئے، مردوں کے لئے اور بزرگوں کے لئے یکساں ایک خطرہ ہے اور ان خطرات سے پوری پاکستانی قوم دو چار ہے۔ لیکن جس کشتی میں امامِ وقت نے ہمیں سوار کیا ہے۔ اس سے حاصل ہونے والی روحانی قوت سے دل کو ایک تقویت حاصل ہوتی ہے کہ وہ ہماری حفاظت کرے گا بشرطیکہ ہم اپنے اندر ایمان کو مضبوط رکھیں۔ دلوں کی کمزوریوں کو دور کریں۔ میں سب مہمانوں کو خوش آمدید کہتا ہوں اور اس دعا سے اس دعائیہ کو شروع کرتا ہوں کہ یہ آپ سب کی شرکت سے دنیاوی اور روحانی برکات کا موجب بنے۔ اور اس یقین سے ہم یہاں سے جائیں کہ جس حفاظت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں پہنچایا ہے اسی حفاظت سے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اپنے گھروں میں لے جائے۔ اور ہمارے گھروں کو بھی محفوظ بنائے۔

آج قائد اعظم محمد علی جناحؒ کی 133 ویں سالگرہ بھی ہے۔ قائد اعظمؒ کی انتھک کوشش اور قوم کی قربانیوں سے پاکستان وجود میں آیا۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے اس کے لئے دعائیں کیں اور اس کے حصول کے لئے جہاد میں قلم سے بھرپور کردار ادا کیا۔ اسی طرح تحریک احمدیہ لاہور کے دیگر بزرگوں نے پُر خلوص دعائیں اور خدمات سرانجام دیں۔ اللہ تعالیٰ اس نعمت عظمیٰ کی حفاظت فرمائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے دنیاوی مقاصد حاصل کرتے ہوئے اس ملک کی خدمت کو بھی پیش نظر رکھیں اور اپنے وجود سے اس ملک کی ہر ممکن خدمت کریں۔

تحریک احمدیت کے ذریعہ اسلام کے دفاع کے لئے ہم نے جو علم اٹھایا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس کو اونچا لہرانے کی توفیق عطا فرمائے۔ عبادات کا جو رنگ امامِ وقت نے ہمارے اندر پیدا کرنے کی ہدایت کی ہے اس کو ہم قائم رکھیں۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم جماعت کے عزم کی شمع کو بجھنے نہ دیں۔ اس ذمہ داری کے احساس کو لئے ہوئے آج میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔

میں جانتا ہوں کہ کن مشکلات سے گزر کر آپ لوگ یہاں آئے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ موجودہ ملکی حالات سے کچھ خدشات لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوئے۔ مجھے اس بات سے کتنی تقویت ملی کہ جب میں نے ملک کے مختلف شہروں میں احباب کو فون کر کے پوچھا تو سب نے لبیک کہا اور کہا کہ دعائیہ کو منسوخ نہ کیا جائے۔ ہمارے ملنے جلنے کا اور ہماری اجتماعی عبادت کا یہ سنہری اور مقدس موقع ہے اس سے ہمیں محروم نہ کریں۔ میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اور میرے اس یقین کی ڈھارس باندھی اور جس بات کا میں نے عزم کر رکھا تھا اس کو پورا کرنے میں میری معاونت کی۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ عبادت کا یہ اجتماعی سلسلہ جو امامِ وقت نے شروع کیا تھا وہ کبھی منقطع نہ ہو۔ اور ہمیں اس یقین کو دلوں میں مضبوطی سے قائم و دائم رکھنا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس کشتی میں سوار ہیں جس کی حفاظت کا خود اس نے وعدہ کیا ہے۔ ہماری اگلی نسل کو یہ غلط پیغام نہ پہنچے کہ آج ہمارے بزرگ ڈر کر گھر بیٹھ گئے ہیں۔ ہماری خواتین تک یہ پیغام نہ جائے کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ تھوڑا سا خطرہ آیا اور ہم ہمت ہار بیٹھے۔ ہم نے اسی جماعت میں رہ کر زندگی بسر کرنی ہے۔ اسی جماعت کو زندہ رکھنا ہے۔ اور اسی جماعت کی خاطر ہم نے مرنا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ ورنہ ہمارے سارے

دعوے صرف الفاظ بن کر رہ جائیں گے جیسے آج کل کے سیاسی اور مذہبی لیڈروں کے نعروں کا حال ہے۔ان کلمات کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔حضرت مولانا نورالدین رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زندگی میں جب کوئی مشکل مرحلہ آئے تو ہم سورہ فاتحہ، درود شریف، استغفار اور لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ کا ورد کریں۔ اللہ تعالیٰ واقعی دعا کرنے والے کی بالکل اسی طرح دعا سنے گا جس طرح اس نے رسول کریمؐ اور اور ان کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ اور دیگر صحابیوں کی دعائیں سنیں اور ہماری ہر طرح سے حفاظت فرمائے گا۔ اگر دلوں میں یہ یقین نہیں ہے تو پھر ہمیں ''اللہ ہمارے ساتھ ہے'' کا بیج لگا کر پھرنے کا کیا فائدہ۔اگر اس دعائیہ سے آپ نے کوئی پیغام لے کر جانا ہے تو وہ یہ کہ ہمارے دلوں میں جو الٰہی مدد کا یقین ہے اس کو زیادہ پختہ کریں۔

اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ اس دعائیہ کی بنیاد امام زماں نے رکھی تھی اور جو بنیاد اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے امام رکھا کرتے ہیں وہ بنیادیں پختہ ہوتی ہیں ان کو دنیاوی حالات کمزور نہیں کر سکتے۔ اور اگر خدانخواستہ ہمارے اندر ایک دفعہ یہ حوصلہ کمزور پڑ گیا تو ہمارا موٹو کہ ''اللہ ہمارے ساتھ ہے'' یا جو عہد ہم نے اپنے امامِ وقت سے کیا ہے وہ دھرے کا دھرا رہ جائے گا۔اس وقت میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں زیادہ تر نوجوان بیٹھے ہیں۔ یہ ہمارے چلتے پھرتے بیج ہیں۔یہ ہمارے مستقبل کی امید ہیں۔ میں سب بچوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ بچو! ڈرو مت ورنہ کون کہے گا یہ وہ جماعت ہے جس کو زندہ خدا پر یقین ہے۔کل کون کہے گا کہ اس جماعت کا موٹو''اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔جو دل اس وعدہ پر یقین رکھتے ہیں کہ''میری نماز، میری زندگی، میرا مرنا، اللہ کے لئے ہے'' ان کا قدم کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹتا بلکہ ان کا قدم آگے کی طرف بڑھتا ہے اور وہ صبر اور حوصلہ سے ہر مشکل کا مقابلہ کرتے ہیں۔حضرت مولانا نورالدین صاحب کی یہ بات جو انہوں نے کہی کہ میں ہر جگہ اس یقین سے جاتا ہوں کہ''اللہ میرے ساتھ ہے۔کو دل میں مضبوطی سے جگہ دیں۔اس یقین کو ہم کیسے دلوں میں قائم کریں۔ ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم اللہ تعالیٰ سے اپنا عہد دہراتے ہیں کہ''**ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں**''۔جب ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری شہہ رگ سے بھی قریب ہے۔ تو ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ رحمان اور رحیم بھی ہے۔وہی حفیظ ہے۔وہی قادر اور قدیر ہے۔ وہی سب سے بہترین دوست اور مددگار بھی ہے۔ یہ یاد رکھیں کہ جس الٰہی تخت کی چوکھٹ پر آپ نے ایمان اور بھروسہ کیا ہوا ہے تو جب اس کی طرف آپ دوڑ کر جائیں گے تو اس سے کبھی بھی مایوس نہیں لوٹینگے۔میرے والد صاحب مرحوم حضرت ڈاکٹر سعید احمد صاحب ہمیشہ کہتے تھے کہ اللہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ جب ناامیدی ہو تو اللہ کے دروازہ کی طرف دوڑو۔ اس کا رحم و کرم ہر آن اس کا دروازہ کھٹکھٹانے والے کی پکار کو سنتا ہے۔اس خانہ خدا میں ہم حاضر ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمادے۔ اے اللہ تو ہمیں دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرما۔اور اس پاکستان کو امن کا گہوارہ بنا دے۔پاکستان کا ہر شہری ظلم، مصائب، ابتلاؤں اور ہر خطرے سے محفوظ رہے۔اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو، ہر بچے کو، ہر بوڑھے کو، ہر عورت کو اور ہر مرد کو اپنی حفاظت میں رکھے۔آمین

ہمارے مہمان وہ بھی ہیں جو''دارالسلام'' کے گیٹ کے باہر سے آتے ہیں۔وہ تو دس منٹ بھی پہلے اٹھیں تو نماز میں پہنچ جاتے ہیں اور دعائیہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔لیکن ہمارے اصل مہمان وہ ہیں جو باہر شہروں سے آتے ہیں۔ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم تمام مہمانوں سے پوچھیں کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں اور پوری کوشش کے ساتھ ان کی تکلیف کو دور کریں۔کوئی کمی رہ جائے تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو دور کرسکیں۔میری ٹیم نے جو انتظامات کئے ہیں ان کا میں شکر گزار ہوں اور اگر پھر بھی کوئی کوتاہی ہو جائے تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ کا 26 مئی 1908ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں وصال ہوا۔وفات سے 11 دن پہلے حضرت اقدس کو یہ الہام ہوا تھا۔ جو اخبار''الحکم'' کے 23 مئی کے شمارہ میں شائع ہوا۔ وہ الہام یہ تھا'' مومنو! ڈرو مت''۔ یہ ان کا آخری الہام تھا۔ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ سالانہ دعائیہ کے موقع پر ہم ایسے مضبوط ایمان کی بنیاد ڈالیں کہ ہمیں اللہ کا رحم و کرم ہمیشہ حاصل رہے۔تقویٰ حاصل ہو جائے

اور ہم یہاں سے زیادہ بہتر شخص بن کر لوٹیں۔ میں نے پچھلے سال کہا تھا کہ آئندہ سال رابطہ کا سال ہو گا۔ تو ہم نے خطرناک حالات کے باوجود ہر جماعت میں جانے کی کوشش کی ہے۔ بیرونی ممالک بھی گئے۔ ہم ایسی جماعتوں میں بھی گئے جہاں حالات کافی تشویش ناک تھے جیسے پشاور، سفید ڈھیری اور سرائے نورنگ وغیرہ۔ وہاں احمدیہ ریفریشر کورس بھی منعقد کئے گئے۔ جس دن بڑا بیر شہر میں بم پھٹا تھا ہم وہاں آدھا گھنٹہ لیٹ پہنچے۔ اگر ہم آدھا گھنٹہ پہلے جاتے تو شاید آنکھوں سے دیکھتے کہ بمب کیسے پھٹتے ہیں۔ لیکن اللہ نے ہمارا سفر آدھ گھنٹہ موخر کر دیا۔ جب ہم کار میں بیٹھنے لگے تو دھماکے کی آواز آئی۔ لیکن پھر بھی ہم اللہ پر بھروسہ کر کے چل پڑے اور اس حادثہ کی جگہ افراتفری کا سماں دیکھا۔ ایمبولینس آ رہی تھیں۔ لوگ پریشان حال تھے۔ لیکن وہ آدھا گھنٹہ دیر سے نکلنا اچھا رہا اور اس لئے میں اور میرے ساتھی آپ کے سامنے موجود ہیں۔ لیکن ہم نے ہمت نہیں ہاری۔ ان حالات میں بھی آج جو سارے لوگ یہاں بیٹھیں ہیں۔ اور جو ان علاقوں سے آئے ہیں جہاں ہر روز کوئی نہ کوئی حادثہ ہوتا رہتا ہے۔ انہوں نے بھی ہمت نہیں ہاری اور دعائیہ میں شرکت کے ارادے پر مضبوطی سے قائم رہے۔

مختلف منصوبوں پر ترقی کی رفتار تسلی بخش ہے۔ محمد علی ڈسپنسری میں گذشتہ سال کے 9635 مریضوں کی نسبت اس مرتبہ تعداد 32077 تک پہنچ گئی ہے۔ پرچی کے ذریعہ آمد 55000 روپے تھی لیکن اس مرتبہ 241000 روپے ہوئی ہے۔ لائبریری میں موجود ایک ہزار کتابوں کو اس سال کمپیوٹر پر کرنے کا کام جو کئی سالوں سے ہو رہا تھا، مکمل ہو گیا ہے۔ 400 کے قریب بچوں کے لئے کتابیں اردو اور انگریزی میں الگ سے خریدی گئی ہیں۔ ان سب کتب کے نام اور دیگر تفصیلات بھی کمپیوٹر پر چڑھا دی گئی ہیں۔ اب ان سب کتب کو مضمون وار کرنے کا کام اس سال شروع ہو گا۔ میں نے وعدہ کیا تھا کہ بچوں کے لئے کمپیوٹر ہو گا۔ وہ کمپیوٹر بھی خرید لیا گیا ہے۔ عنقریب ان کے استعمال کے لئے مناسب جگہ اور ٹریننگ پروگرام کا انتظام ہو گا۔ صد سالہ یوم وصال کے موقع پر میں نے وعدہ کیا تھا کہ انجمن اہم کتب کی طباعت کے لئے کوئی مناسب بندوبست کرے گی۔ اللہ کے فضل سے ایسا انتظام ہو گیا ہے کہ جب کسی کتاب کی طباعت کی ضرورت پڑے گی تو اس کی حسب ضرورت تعداد طبع ہو سکے گی۔ دو نوجوانوں کو اس کے لئے تربیت دی جا رہی ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں ساٹھ (60) سے زائد کتابیں چھپی ہیں۔ اس سال بھی گذشتہ سالوں کی طرح کتب کی طباعت کا کام جاری ہے۔ ''افکار محمد علی'' پر تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ اس میں ان کی تقاریر، بیانات اور دیگر تحریرات جو ''خطبات محمد علی'' میں شامل نہیں ہو سکیں شامل کی گئی ہیں۔ یہ سلسلہ 20 جلدوں میں مکمل ہو گیا ہے۔ تمام جلدوں میں تقریباً 7500 صفحات کا مواد شامل ہے۔ لیکن سردست ہر جلد کی 5,5 کاپیاں تیار ہو کر آپ کے ملاحظہ کے لئے موجود ہیں۔ اور باقی ہم انشاء اللہ جیسے جیسے ضرورت ہو گی طبع کروا کے لوگوں کو فراہم کریں گے۔ ریکارڈنگ سٹوڈیو بھی تیار ہو چکا ہے۔ اس کے ذریعہ ہم اپنی تمام تقریبات کو تمام ممالک میں آواز کے ساتھ دکھا سکیں گے۔ اور اس طرح ہر جگہ احمدی احباب یہاں کی جانے والی تقاریر اور تقریبات سے مستفید ہو سکیں گے۔ ہماری اس خواہش کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک حقیقت بنا دیا۔ ہماری ویب سائٹ www.aaiil.org کے ذریعہ آٹھ سو سے زائد لوگ مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس پر 1189 کتابیں اور 48 میگزین آ چکے ہیں۔ اس ویب سائٹ کو 130 ممالک کے لوگ استعمال کرتے ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ امریکہ، روس، پاکستان اور انگلستان کے لوگ ہیں۔ اس کے بعد انڈونیشیا، پولینڈ، بھارت، جرمنی اور آسٹریلیا کے لوگ آتے ہیں۔ www.aaiil.org اور ''لاہور احمدیہ آرگ'' دونوں ویب سائٹ ہماری کتب، تقاریر اور مضامین کو دنیا بھر کے لوگوں تک پہنچانے کا نہایت مفید کام کر رہے ہیں۔ اس وقت میں www.aaiil.org کے کام کی کچھ مزید تفصیل آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اگر اگست کے مہینہ کو لیا جائے تو اس میں انگریزی ترجمۃ القرآن کو 3000 لوگوں نے ''ڈاؤن لوڈ'' کیا۔ صرف اسی مہینہ میں انگریزی ترجمۃ القرآن 1917ء کے ایڈیشن کو بھی 6900 لوگوں نے مطالعہ کے لئے ''وزٹ'' کیا۔ مئی، ستمبر اور اکتوبر میں مختلف کتب کو ہماری ویب سائٹ سے ''ڈاؤن لوڈ'' کرنے والوں کی تعداد کو دیکھا جائے تو یہ تفصیل یوں بنتی ہے۔

ہسپانوی ترجمۃ القرآن 7000 افراد۔ ریلیجن آف اسلام 6400 افراد اور جیسس ان ہیون آن ارتھ کا اردو ترجمہ ''حضرت مسیح کشمیر جنت نظیر میں'' 4000 افراد۔ اس طرح مجموعی طور پر دس لاکھ لوگوں نے ہماری ویب سائٹ کو ''وزٹ'' اور ان سے ڈاؤن لوڈ کیا جو ایک نہایت خوش آئندہ بات ہے۔ انشاء اللہ یہ تعداد دن بدن بڑھے گی۔ ہماری ویب سائٹس پر تحریک احمدیت کا بھی ایک مکمل سیکشن ہے۔ اس سے بھی لوگ بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں لوگوں کے ای میل اور لٹریچر کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر مجاہد سعید صاحب، ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب اور طارق احمد صاحب جس کوشش اور لگن سے اس سلسلہ میں کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس رضا کارانہ کام کا اجر دے اور اس میں برکت ڈالے۔ آمین۔

آخر میں ہر سال کی طرح ہم ان لوگوں کے لئے مغفرت کی دعا کریں گے جو ہم سے بچھڑ گئے ہیں۔ ہم زندگی میں پروگرام بناتے ہیں لیکن اس کے لئے توفیق تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جو لوگ اس دعائیہ میں آئے ہیں۔ سب کو توفیق دے کہ وہ اگلے سال بھی اس مبارک روحانی اجتماع میں شرکت کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں اور مالوں میں برکت دے اور ان کی اولادوں کو نیکی پر قائم رکھے اور ان سب کی ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔

پچھلے سال جب دعائیہ ختم ہوا تو اسی دن میری بھابھی بیگم نزہت ناصر سعید جن کو کینسر تھا وہ کینیڈا میں فوت ہوئیں۔ اسی دن اوکاڑہ میں حمیدہ ظفر صاحبہ جو پروفیسر (ر) عزیز احمد صاحب کی کزن تھیں فوت ہوگئیں۔ اس سال کے دوران قاری ارشد محمود صاحب کی دادی (فیصل آباد)۔ والدہ میجر سعید الدین صاحب (مانسہرہ)۔ صاحبزادہ ظہور احمد صاحب کے سسر محمد شبلی صاحب (سرائے نورنگ)۔ لاہور میں ڈاکٹر طارق بیگ صاحب۔ وزیر آباد میں بیگم ثریا ممتاز صاحبہ۔ آسٹریلیا میں کمال الدین ساہو خان صاحب جو صدر الدین صاحب کے بھائی تھے۔ لاہور (دارالسلام) میں عامر عزیز صاحب کے سسر غفور احمد صاحب۔ کراچی میں محترم اظہر رب صاحب۔ طارق احمد صاحب ولد محترم احمد صادق صاحب (ٹیک ساس امریکہ)۔ مانسہرہ میں میجر ایوب صاحب۔ لاہور (دارالسلام) میں بیگم راجہ محمد افضل جنجوعہ صاحبہ۔ اوکاڑہ میں تیمور احمد ولد منصور احمد۔ بابو محمد صادق کے بھانجے میجر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب۔ قاضی عبد الرشید ایڈووکیٹ مرحوم کی بہو مسرت بی بی اور ان کا پوتا نہایت بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ کراچی میں میرے بڑے بھائی ڈاکٹر عبد الحی سعید صاحب۔ خان محمد صاحب کا بالخصوص ذکر کروں گا۔ خان محمد صاحب پاکستان کے وہ مایہ ناز بولر تھے جنہوں نے پہلے ٹیسٹ میچ میں پاکستان کے لئے پہلی وکٹ حاصل کی تھی۔ وہ تاریخی شخصیت انگلینڈ میں فوت ہوئے۔ ایک دفعہ وہ راولپنڈی کے عزیزم نجیب صادق صاحب کے ساتھ لندن کے مشن ہاؤس میں آئے۔ اس کے بعد انہوں نے اسی کو اپنی مسجد بنا لیا۔ سب لوگوں نے بہت منع کیا لیکن انہوں نے کہا جو بھی ہو مجھے یہاں سکون اور روشنی ملتی ہے اور وصیت بھی کی کہ میرا جنازہ وہاں لے جایا جائے۔ ہم ان کے لئے دعا گو ہیں وہ بڑے نیک، فرض شناس اور خدمت گذار شخص تھے۔

لاہور میں حضرت مولانا محمد علی صاحب مرحوم و مغفور کی سب سے چھوٹی بیٹی قدسیہ احسان الحق صاحبہ۔ سیالکوٹ میں بیگم زمرد رمضان صاحبہ۔ لاہور میں بیگم صبیحہ خان محمد صاحبہ۔ کوئٹہ میں پسر عبد الرشید صاحب اور پشاور میں اختر علی صاحب کی بھانجی اور ساس۔ لاہور میں ڈاکٹر محمد احمد حامی صاحب۔ وزیر آباد میں بیگم صبیحہ محمد سعید صاحبہ کے چچا چوہدری شریف احمد صاحب۔ کینیڈا (کیلگری) میں میرے بھائی بریگیڈیر ناصر سعید صاحب۔ لاہور (دارالسلام) کے محمد عاصم کے بزرگ نانا۔ فیصل آباد کے مولوی مبارک احمد صاحب کے بھانجے۔ لاہور میں بریگیڈیر شہزاد کریم صاحب۔ راولپنڈی کے نسیم حیات صاحب کے سسر۔ افضل رند صاحب (ملتان)۔ مانسہرہ میں بابو محمد صادق صاحب۔ وزیر آباد میں افضال حسین صاحب داماد میاں فخر الدین احمد صاحب، راولپنڈی۔ لاہور میں طلال اختر ملہی صاحب۔ لاہور میں رشیدہ بیگم ہمشیرہ چوہدری سعادت احمد صاحب۔ اور آخر میں فیصل آباد میں والدہ انور علی صاحب۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (بیشک ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے)۔

☆☆☆

ایک غیر مطبوعہ تقریر کا متن

اسلام اور تحریک اشتراکیت

از حضرت مولانا محمد علی صاحب

(یہ لیکچر ۲۸ اگست ۱۹۴۸ء کو سندھ مسلم کالج، کراچی میں ایک تقریب کے موقع پر دیا گیا)

(۲۸ اگست ۱۹۴۸ء بروز اتوار بوقت گیارہ بجے قبل دوپہر جناب پرنسپل صاحب کالج ھذا کی تحریک پر جناب پروفیسر حلیم، وائس چانسلر، سندھ یونیورسٹی اس جلسہ کے صدر قرار پائے اور پروفیسر حلیم صاحب نے حسب ذیل الفاظ میں جلسہ کا افتتاح فرمایا:

جناب پرنسپل صاحب و معزز حاضرین جلسہ

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ کے پرنسپل صاحب اور آپ کی انجمن کی دعوت کو جناب مولٰینا مولوی محمد علی صاحب نے قبول فرمایا ہے۔ مولٰینا محمد علی صاحب کچھ عرصہ سے کراچی میں مقیم ہیں۔ لیکن آپ نہایت خاموشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اکثر لوگوں کو علم نہیں ہے کہ مولٰینا کہاں قیام فرما ہیں۔ حسن اتفاق سے مجھے اس کا علم ہوا اور میں نے آج یہاں مجلس میں ان کو مدعو کیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں یہ معلوم نہ کرتا تو شاید ہم آج جناب مولٰینا صاحب کے بیان سے مستفیض نہ ہوسکتے۔ مولٰینا مولوی محمد علی صاحب کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ ہمارے ملک اور ہماری قوم کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ آپ کی ذات پر اور آپ کے علم پر ہم بجا طور پر فخر کرسکتے ہیں۔ آپ نے جو خدمات اسلام کے لئے سرانجام دی ہیں۔ بالخصوص کلام پاک کے انگریزی اور اردو ترجمہ وہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ آپ کی کتابیں: سیرت خیر البشر۔ خلافت راشدہ۔ مقام حدیث وغیرہ وغیرہ نہ صرف شائع شدہ ہیں بلکہ مقبول ہو چکی ہیں۔ لہذا میں آپ صاحبان کا زیادہ وقت نہیں لینا چاہتا اور درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مولٰینا تشریف لائیں اور اپنے بیان کو شروع فرمائیں)۔

حضرت مولانا محمد علی صاحب کی تقریر کا متن

کلمہ شہادت کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا:

نسل انسانی کی بہتری

معزز حضرات۔ مجھے اس وقت آپ کے سامنے ان خیالات کا اظہار کرنا ہے۔ جو نسل انسانی کی بہتری سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم صرف اس بات کو مدنظر رکھیں کہ نسل انسانی کی بہتری کس میں ہے تو ہمارے بہت سے جھگڑے جن میں ہمارا وقت ضائع ہوتا ہے، کم ہو جائیں۔ کوئی تحریک ہو۔ کوئی مذہب ہو یا کوئی سوسائٹی ہو۔ اس کو صرف ایک معیار پر پرکھا جائے کہ اس سے نسل انسانی کو کس قدر یا کس طرح فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر ہم اس موٹے اصول کو سامنے رکھیں تو آج جس قدر دنیا میں مختلف خیالات کا تصادم نظر آتا ہے، شاید بہت ہی کم ہو جائے اور ہم کسی اچھے نتیجے تک پہنچ سکیں۔

تحریک اشتراکیت

یہ تحریک جس کو اشتراکیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اگر اس کی تاریخ کو دیکھا جائے تو اس میں بھی جو مقصد اس تحریک کے بانیوں نے اپنے سامنے رکھا ہے وہ درحقیقت نسل انسانی کی بہتری ہی تھی۔ روس یا مغربی ممالک جن کا آج دنیا پر بہت حد تک غلبہ ہے۔ اس یورپ کی مادی تہذیب یا میں کہوں گا کہ عیسائیت کی ناکامی نے جو یورپ کا مذہب تھا۔ اس نے ان ممالک میں ایسے حالات پیدا کردیئے کہ کثیر حصہ مخلوق کی زندگی چارپایوں سے بھی بدتر ہوگئی ہے۔ یہ بالکل مبالغہ نہیں کہ جن کو ہم مشرقی ممالک کہتے ہیں، جنھوں نے علوم اور تہذیب میں یورپ یا دیگر مغربی ممالک کی طرح ترقی نہیں کی، ان میں نسل انسانی کا کوئی حصہ (بالخصوص پاکستان) اس بُری حالت کو نہیں پہنچا۔ جس حالت میں یورپ کا کثیر حصہ پہنچا ہوا ہے۔ یہ لوگ جو اس تحریک کے بانی یا روح رواں تھے۔ فی الواقع عوام الناس کی بری حالت کو دیکھ کر ان کے دلوں میں یہ حرکت یا جوش پیدا ہوا کہ کس طرح یہ لوگ اس غلامی سے آزاد ہو جائیں یا خراب حالت سے باہر نکل آئیں۔ جن کو ان ممالک میں سرمایہ داری، حکومت اور مذہب نے پہنچا دیا ہے۔ بالفاظ دیگر یہ تحریک ان کے خلاف

ردعمل میں ظاہر ہوئی۔

جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ اس تحریک کی ابتداء اچھے خیالات پر مبنی تھی کہ کسی نہ کسی طرح انسان کو غلامی سے آزاد کیا جائے کیونکہ جب انسان دوسرے کا غلام ہوجاتا ہے تو اس کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے۔ اور جس کے پاس پیسہ نہیں ہوتا اس کو اپنی پیٹ کی بھوک بھی دور کرنا مشکل ہو جاتی ہے۔ اور اس سے سب جسم کی بداخلاقیاں شروع ہوجاتی ہیں، ایسی ایسی بد اخلاقیاں جو انسانی تہذیب اور شرافت پر بدنما دھبا بن جاتی ہیں۔ اور جن کا ذکر کرنا انسانی شرافت گوارہ نہیں کرتی۔ الغرض اس کا نقشہ یورپ اور دیگر بلاد مغربی میں موجود تھا۔ ابتداء میں یہ تحریک خفیہ سوسائٹی میں پیدا ہوئی کیونکہ جو حاکم تھے ان کے خلاف کھلے طور پر آواز اٹھانا بہت مشکل تھا۔ اور اگر کسی مقام سے یہ آواز اٹھتی تو ایسے لوگوں کو جیل میں ڈال دیا گیا۔

مذہب کی غرض

یورپ کا مذہب عیسائیت تھا۔ مذہب کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان کو بلند سے بلند مقام تک پہنچادے۔ مگر عیسائیت نے یورپ میں لوگوں کے کثیر حصہ کو ادنٰے حالت تک گرا دیا۔ اور عیسائیت سے ہی تحریک کے بانیوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مذہب کو بھی گرا دینا چاہیے۔ الغرض یہ خفیہ سوسائٹی آہستہ آہستہ قوت پکڑتی گئی۔ یوں سمجھ لیجئے کہ پورا ایک سو سال کا واقعہ ہے جب اس تحریک کے بانیوں نے کھلے طور پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس وقت عوام الناس کی جو خراب حالت تھی، اس کو دور کرنا اس کا پہلا مقصد تھا۔ انسان کی کمزوری یا آواز کا وسیع نہ ہونا اس بات کا نتیجہ بن گیا کہ ان لوگوں نے مذہب سے ٹکر لی۔ ان کا یہ خیال ہوا کہ جس قدر غرباء کی خستہ حالت ہے اس کی ذمہ داری مذہب پر عاید ہوتی ہے۔ یہ چیز یعنی مذہب جس نے لوگوں کو اس ذلت کے مقام تک پہنچایا ہے، اس کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور ان کے خیال میں جب تک مذہب کا تسلط نہ اٹھا، غربت، افلاس اور غلامی کا خاتمہ نہ ہوگا۔

تحریک اشتراکیت کے ابتدائی مقاصد

اس تحریک کی ابتدا بے شک اچھے ارادے سے ہوئی۔ اور جہاں تک اس تحریک کا تعلق غربا کی حالت کو بہتر بنانے کے ساتھ ہے۔ کوئی نسل انسانی کی بہتری کا خیر خواہ اس اصول سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ اور جب کہ میں نے ابھی بتلایا ہے کہ عیسائیت کے غلط اصولوں سے ان کو غلط فہمی ہوگئی۔ اور اس غلطی کے باعث اس تحریک کے بانیوں نے خدا کے انکار کو بھی اپنے اصولوں میں داخل کرلیا۔ اور اپنے خیالات کو دنیا میں مروج کرنے کے تمام طریقوں سے کام لیا، جن کے نتیجہ میں ان کو طاقت مل جائے۔ اگر اپنے مقاصد کے حاصل کرنے میں تشدد کو ضروری سمجھا تو وہ بھی کرگزرے۔ حالات ہی کچھ ایسے تھے کہ مذہب کے انکار سے اخلاق کی وہ وقعت ان کے دلوں میں نہ رہی جو انسان کو بلند مقام پر کھڑا رکھ سکتی۔ آہستہ آہستہ اس سوسائٹی کے لوگ مختلف ممالک میں پھیل گئے۔ مغربی ممالک میں دو ہی قسم کے لوگ تھے۔ ایک قسم تو مزدور لوگوں کی تھی، جن کی حالت خراب تھی ان کو بلند کیا جائے۔ دوسری قسم سرمایہ داروں کی تھی ان کی ساکھ کو توڑ دیا جائے۔ علاوہ ازیں عوام الناس کی حکومت کا اصول بھی لوگوں کے دلوں پر کام کرگیا۔ اس لحاظ سے تحریک اشتراکیت صرف اصلاحی تحریک ہی اب نہ رہی۔ بلکہ سیاست کا بھی اس میں حصہ آنے لگا۔ اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے تمام قسم کے ہتھیار استعمال کئے گئے، جو دشمنوں کو مطیع کرنے کے لئے استعمال میں لائے جاتے ہیں۔

اشتراکیت کے بنیادی اصول

ان کے اصول کیا ہیں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہی ہیں مجھے ان کے متعلق زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ذاتی ملکیت کی جگہ عوامی ملکیت کا اصول بھی انہوں نے اپنی تحریک میں شامل کرلیا، کیونکہ اس ذریعہ سے غربا کی حالت کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ جہاں غربا کی حالت بہتر بنانے کا سوال تھا، اس تحریک نے اچھا قدم اٹھایا۔ باقی جو اور پہلو اس میں مل گئے مثلاً خدا کا انکار وغیرہ وغیرہ۔ وہ بجائے بہتری کے گرانے کا موجب بن گئے۔

اسلام کے دو بڑے مقصد

اسلام کے دو بڑے مقصد نظر آتے ہیں۔ اگر ہم قرآن شریف کے ان حصّوں کو پڑھیں۔ جو بطور وحی ابتدائی زمانہ میں حضرت نبی کریمؐ پر نازل ہوئے تو ان سے معلوم ہوسکے گا کہ اس وحی میں تین باتوں پر بہت ہی زور دیا گیا ہے:

1۔ خدا تعالٰی کی ہستی پر یقین اور ایمان
2۔ غربا اور مزدوروں کی خبر گیری
3۔ انسان کا اللہ تعالٰی کے ساتھ تعلق

سوال زیر غور یہ ہے کہ دنیا کے موجودہ حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا تحریک اشتراکیت نسل انسانی کو جس پر آج دنیا پہنچی ہوئی

ہے اس حالت سے اٹھا کر بلند مقام پر پہنچا سکتی ہے؟۔ یہ بہت موٹا سوال ہے۔ آج جن لوگوں کے دماغوں میں ذرا سی بھی روشنی ہے۔ بڑے بڑے مذہبی رہنما ہی نہیں بلکہ سیاسی رنگ میں ملک وملت کی خدمت کرنے والے بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا بلند پہلو اس دنیا میں اس وقت تک ظاہر نہیں ہوسکتا جب تک اخلاق کے معیار کو بلند نہ کیا جائے۔ اور انسانی زندگی کے اس پہلو کو اشتراکیت نے بالکل ہی ترک کردیا ہے۔ انسان کی قیمت یا حیثیت کا ایک پہلو تو کھانے پینے کی چیزوں سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن بلند پہلو یا بلند قیمت انسان کی وہی ہے جس کا تعلق اخلاق سے ہے۔ بلندی نہ اچھا کھانے نہ اچھا پہننے اور نہ ہی اچھے مکانوں میں رہنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ بلکہ بلندی تو درحقیقت انسان کے اندر کی چیز ہے جو انسان کے اندر ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اشتراکیت نے اس پہلو کو ترک کردیا۔ کیا وہ تحریک جس نے اخلاق کو سامنے نہیں رکھا، بلکہ اخلاق کو گرا دیا، نسل انسانی کی بہتری کا موجب بن سکتی ہے؟ جب تک دنیا اخلاق کو اور خدا کے ساتھ تعلق کو لازم وملزوم قرار نہ دے گی، اس وقت تک دنیا کی اصلاح ناممکن ہے۔ مذہب درحقیقت کسی غرض کے ماتحت آتا ہے۔ اور اس کی غرض یہی ہوتی ہے کہ انسانوں کے اخلاق کو بلند کرے۔ چنانچہ قرآن کریم نے مذہب کو کسی خاص قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ وہ تسلیم کرتا ہے کہ نبی اور رسول ہر قوم اور ہر ملک میں آئے جنہوں نے خدا تعالیٰ کی ہستی کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور انسانی اخلاق کی اصلاح کرکے اپنے اپنے متبعین کو بلند مقام تک پہنچایا۔ اور اسلام اسی سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔

انسان کی جسمانی خواہشات

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ انسان کی جسمانی خواہشات انسانی زندگی کا ادنیٰ پہلو ہے اور اس کا اشتراک حیوانات کے ساتھ ہے۔ جس طرح دوسرے حیوانات کھانے پینے کے محتاج ہیں، انسان بھی کھانے پینے سے ہی اپنی زندگی کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اگر انسانیت کو صرف اس دائرے تک ہی محدود کردیا جائے تو پھر انسان حیوانیت کے دائرے سے باہر نہیں نکل سکے گا۔ یہ صحیح ہے کہ انسان میں حیوانی خواہشات ہیں لیکن اس میں عقل، تمیز کا مادہ، نفع ونقصان کی سوجھ بوجھ بھی تو پائی جاتی ہے جو اس کو حیوانیت کے دائرہ سے بالکل الگ کرنے کے لئے کافی ہے۔ دنیا میں جس قدر نبی اور رسول آئے انہوں نے انسان کو انہی امور کی تعلیم دی، جو نسل انسانی کی بہتری سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور انسان کی بڑائی اسی میں ہے کہ اس میں اعلیٰ قسم کے اخلاق پیدا ہوں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو پیغام دنیا کو دیا، اس میں دو ہی پہلو تھے۔ اس پیغام کا ایک پہلو تو وہ تھا جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے قبل بھی حاصل تھا۔ مظلوموں اور غرباء کی خبر گیری، یتیموں اور مسکینوں کی دیکھ بھال۔ چنانچہ جب پہلی وحی آپؐ پر نازل ہوئی اور اس کا ذکر آپؐ نے اپنی رفیقہ حیات سے کیا۔ تو اس وحی کو سن کر حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس عظیم الشان مقصد کے لئے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں آپؐ کو ناکام نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ حسب ذیل ہیں:

فقالت خدیجة کلا واللہ ما نجزیک اللّٰہ ابداً انک لتصل الرحمہ وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق.....

یعنی آپ صلح رحمی کرتے ہیں۔ ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ آپؐ ان لوگوں کو کما کر دیتے ہیں جن کے پاس مال نہیں۔ آپؐ کا وہ دل ہے جو لوگوں کی تکالیف اور مصیبتوں پر پگھلتا ہے۔ آپؐ کی زندگی کا مقصد خدمت خلق ہے۔ اس لئے آپؐ جیسا انسان کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتا۔ یہ اس ہستی کی گواہی ہے جو حضرت رسول مقبولؐ کے اندرونی حالات سے پوری واقفیت رکھتی تھی۔ شروع ہی سے کوئی ایسا غلام نہ ہوگا جو حضرت نبی کریم صلعم کے گھر آیا اور حضورؐ نے اس کو آزاد نہ کردیا ہو۔ یہ فطری مقصد اس قدر بلند تھا اور انسانوں کی بہتری کا جذبہ آپؐ میں اس قدر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ان کا سب سے بڑا کام یہی تھا کہ نسل انسانی کا کوئی فرد غلام نہ رہے۔ کسی شخص کو کوئی مصیبت یا دکھ نہ ہو۔ کوئی مظلوم نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ الغرض ہر اچھا وصف حضورؐ کی فطرت میں تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جب وحی نازل ہوئی۔ تو ابتدائی وحی کی وہ سورتیں جو پہلے کی نازل شدہ ہیں (ان کا زیادہ حصہ آخری حصہ قرآن پاک میں ہے۔ قرآن کریم کی ترتیب کا سوال اس وقت زیر بحث نہیں کہ ایسا کیوں ہوا)۔ ان کو دیکھا جائے تو آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان میں خدا پر

ایمان پیدا کرنا اور مخلوق خدا کی خدمت کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نظر نہیں آتا۔ مثلاً سورت ماعون کی ذیل کی آیات کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:
'' کیا تو نے اس شخص کی حالت پر غور کیا۔ جو دین کو جھٹلاتا ہے یہ وہی ہے جو یتیم کو دھتکارتا ہے۔ ایک شخص جو محتاج ہے اس کو کھلانے کی فکر نہیں کرتا۔ کیا وہ نمازیں پڑھ کر خدا کو پالے گا۔ جو نمازوں کو پڑھ کر نماز کی حقیقت کو نہیں سمجھتے۔ بیشک ظاہری حرکات بھی ہیں۔ جھکتے بھی ہیں۔ سجدے میں بھی جاتے ہیں۔ یہ تو صرف ظاہری اوصاف لوگوں کے دکھاوے کے لئے ہیں۔ بھلا جو شخص چھوٹی چھوٹی ضروریات لوگوں کی پورا نہیں کرتا یا جس شخص کے دل میں مخلوق خدا کی خدمت کا جوش اور ولولہ نہیں۔ کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوسکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طریق پر دوسرے مقام پر سورت بلد میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
'' وہ بلند رستہ کی گھاٹی پر چڑھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ انسان نہیں جانتا کہ وہ بلند گھاٹی کیا ہے۔ گردن کا آزاد کرنا۔ یتیم مسکین کو کھانا کھلانا۔ حاجتمندوں پر رحم کرنا جو کہ غلامی میں جکڑا ہوا ہو۔ خواہ وہ کسی قسم کی ہی غلامی ہو۔ جب ایک شخص کو خرید لیا جاتا تھا اس کی حالت ویسی ہی ہوجاتی تھی جیسے ایک جانور کی حالت ہوتی ہے۔ اس کو آزادی دلائے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لائے۔ لوگوں کو صبر اور رحم کی نصیحت کرے۔ بعض لوگ پست خیالات کو جلدی قبول کرلیتے ہیں۔ اصل میں جس قدر پست خیالات ہوتے ہیں انسان ان کو جلدی قبول کرلیتا ہے۔ بلند خیالات کی طرف آنا ذرا مشکل ہوتا ہے۔ بلندی پر چڑھنا مشکل ہوتا ہے مگر ہم کو ہمیشہ بلند مقامات کے حاصل کرنے کی ہی کوشش کرنی چاہیے (آیات ۱۱ تا ۱۷)

اسلام اور اشتراکیت

اگر کوئی شخص تحریک اشتراکیت کا اسلام کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھے گا۔ تو اس کو ماننا پڑے گا کہ اس کو اسلام کے ساتھ ادنے درجہ پر بھی کوئی نسبت حاصل نہیں ہوسکتی۔ بجز اسلام کے کسی دوسرے مذہب نے بھی یتیم، مسکین، غلام، مزدور، کسان اور حاجت مند کو انسانی سوسائٹی میں بلند مقام تک پہنچانے کی کوئی تعلیم نہیں دی۔ لوگوں کو بے ہودہ رسم و رواج، ملکی اور قومی بے جا فخر سے، خواہشات کی غلامی سے، الغرض ہر قسم کے فسق و فجور سے جو انسان کی ترقی کے رستہ میں حارج ہوجاتے ہیں۔ ایسی تمام قبیح باتوں کی اصلاح اسلام کے سامنے تھی۔ تاریخ پڑھ کر دیکھ لیجئے۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم نے ان تمام مقاصد کی کس قدر تھوڑے عرصہ کے اندر اصلاح کردی۔ عورتیں جو مردوں کی ہوس کا شکار بنی ہوئی تھیں اور انسانی تہذیب اور شائستگی کے دامن پر ایک بدنما دھبا تھیں۔ ان کی عزت اور مقام کو بلند کیا۔ اس قسم کی ہزارہا باتوں کی اصلاح کی۔ مثلاً نسل انسانی میں کوئی یتیم نہ ہو۔ مفلس نہ ہو۔ مسکین نہ ہو اور کوئی بھوکا نظر نہ آئے۔ میرا بھائی اگر بھوکا ہے تو آدھی روٹی مجھے اس کو دے دینی چاہیے کیونکہ میرا گزارہ آدھی روٹی میں ہوسکتا ہے۔ اسلام نے اس شخص کو گنہگار گردانا ہے جو ایسے لوگوں کی خبر گیری نہیں کرتا۔ آج یورپ کی وہی حالت ہے جو اسلام کے زمانہ میں ملک عرب کی تھی۔ بدقسمتی سے مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ اس بلند مقام سے گر گئے جس کی طرف حضرت نبی کریم صلعم مسلمانوں کو لے کر جانا چاہتے تھے۔ گو بحیثیت مجموعی مسلمانوں کو دیگر قوموں پر اب بھی فوقیت حاصل ہے۔ کہ ان کے اندر ایک غریب مزدور۔ کسان۔ معزور آدمی۔ امیر۔ حکومت کا مالک ایک وقت برابر ہوجاتے ہیں اور ہر روز برابر ہوتے رہتے ہیں۔ اشتراکیت کے بانیوں کو یہ خیال تک بھی نہیں آتا۔ مگر اسلام نے ان بلند خیالات کو دماغوں میں داخل کرکے معمولی کپڑوں والوں یا قیمتی کپڑے پہننے والوں کو مسجد میں نہ صرف اکٹھا کردیا بلکہ پہلو بہ پہلو کھڑا کردیا۔ خوب یاد رکھو اسلام کے دسترخوان پر آقا اور غلام اکٹھے ہوسکتے ہیں مگر اشتراکیت کے بانیوں کے نزدیک کرنل اور سپاہی ایک دسترخوان پر آج بھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اس لئے دنیا کی مشکلات کا حل بجز اسلام کے اور کسی میں نہیں۔ مثلاً ایک مکان اچھا بنا ہوا ہے اور دوسرے کی چاردیواری بھی اچھی ہے مگر اس کے اوپر چھت نہیں۔ ان دونوں مکانوں میں سے کس کو ترجیح دو گے۔ اسی طرح انسان اسی تعلیم کو جس میں دنیا کی اور آخرت یعنی دونوں کی بھلائیاں موجود ہیں، پسند کرے گا یا اشتراکیت کو جس کا تعلق انسان کی صرف سفلی زندگی یا پست زندگی کے ساتھ ہے۔ اسلام دونوں خواہشات کو بلند کرتا ہے دنیاوی خواہشات کی بھی اور اخلاقی پہلو میں بھی بلند صفات پیدا کرتا ہے۔ اسلام کی عبادت یعنی نماز میں مساوات کا عملی رنگ وجود میں آجاتا ہے۔ حبشی، عرب کا رہنے والا، غلام، کالے رنگ کی قومیں جن کو آج تک ذلیل کیا جاتا ہے اور یہ قومیں ڈیڑھ سو سال سے امریکہ میں آباد ہیں۔ مگر ان کو ابھی تک شہری حقوق بھی امریکہ والوں

نہیں دیئے۔ گرجا یعنی خدا کے گھر میں اور ہوٹل میں بھی یہ لوگ اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ کس قدر یہ مشکل کام تھے۔ مگر محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی نے ان تمام مشکل کاموں کو دنیا میں کر دکھایا۔ انسانیت کو اس قدر بلند مقام تک پہنچا دیا کہ انسان غلامی میں ہونے کے باوجود اس بلند مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ کسی سے شرماتا نہیں یا احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتا۔ نماز میں برابر ہونا تو ایک طرف رہا۔ امیر لوگ اکثر مسجدوں میں دیر سے آتے ہیں اور نماز میں پچھلی صف میں ان کو جگہ ملا کرتی ہے۔ تو اس طریق پر پچھلی صف والوں (یعنی امیروں) کے سر ان کے (یعنی غلاموں) پاؤں پر ہوتے ہیں۔ کس قدر تغیر انسانی سوسائٹی میں حضرت نبی کریم صلعم کے ذریعہ سے عمل میں آیا۔ خواہ کوئی کتنا ہی بلند مرتبہ انسان کیوں نہ ہو۔ اور خواہ کوئی کتنا ہی چھوٹا انسان کیوں نہ ہو۔ سب کو پہلو بہ پہلو ایک مقام پر کھڑا کر دیا۔ اعلیٰ درجہ کے بلند خیالات کی دنیا کو ضرورت ہے۔ مگر کوئی مذہب دنیا میں ایسے بلند خیالات کو پیدا نہیں کرسکتا جو اسلام کی ابتدا ہے۔ اشتراکیت کا پیغام بھی درحقیقت کوئی نیا پیغام نہیں۔ اس کا تعلق صرف انسان کی سفلی خواہشات تک ہی محدود ہے۔ اگر اس تحریک کے ذریعہ انسانوں کی حیوانی زندگی اس سے بہتر ہو جاتی ہے تو یہ چیز مسلمانوں کے دل پر کچھ اثر نہیں کرسکتی۔ جن کے مذہب کا مقصد ہی حیوانی زندگی کو بہتر بنانے کے علاوہ اخلاقی زندگی میں بلند سے بلند مقام پر پہنچنے کے اصول موجود ہیں۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھئے کہ غیر مذاہب انسانوں کی حیوانی زندگی کو بہتر بنانے کی کوئی تعلیم نہیں دیتے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ماننے والوں کی نجات ہو جائے گی۔ اس لئے جو مذاہب انسان کی دنیا بہتر نہیں بناتے، ان کے لئے اشتراکیت کا پیغام ہوسکتا ہے۔ لیکن مسلمان کی بنیاد تو ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة پر قائم ہے یعنی اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا فرما اور اخروی زندگی میں بھی بھلائی عطا فرما۔ اس لئے اس تحریک میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسا بلند پیغام نہیں ہوسکتا۔ اسلام میں تو اشتراکیت سے بھی کہیں بہتر دنیا بنانے یا کمانے کے احکام موجود ہیں۔ جو بڑے وزنی، مستقل اور ہمیشہ کے لئے ہیں۔ جن میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔ برعکس اس کے اشتراکیت کا ابتدائی خیال یہ تھا کہ سب یکساں ہیں جو اب ختم ہو چکا ہے۔ اسی طرح پر دوسرے اصولوں میں بھی ترمیم ضروری ہے۔

دنیا کے ساتھ ساتھ دینی خیالات کو اسلام نے کیوں اس طرح رکھا ہے۔ اس لئے کہ انسان کی زندگی کا تعلق آخرت سے بھی ہے۔ اچھا کام کرو گے تو اچھا نتیجہ ملے گا۔ بُرے کام کا نتیجہ ہمیشہ برا ہوگا۔ آخرت پر ایمان درحقیقت اعمال کی ذمہ داری کا احساس ہے۔ اور اس احساس کے پیدا کرنے کے لئے آخرت اور خدا پر ایمان پیدا کیا۔ یا دوسرے الفاظ میں یوں سمجھو کہ انسان کی دنیا بہتر بنانے کے لئے اس احساس کو پیدا کرنے کے اصول بتائے گئے۔ سرمایہ داری اور اس کے عیوب اللہ تعالیٰ کی نظر میں پوشیدہ نہ تھے۔ اسلام میں ان کی اصلاح کر دی۔ اسلام دنیا کی زندگی کو بھی سنوارتا ہے یعنی غربا کی مدد کی تاکید کرتا ہے بلکہ ان کی بہتری کے لئے زکوۃ، صدقہ فطر وغیرہ جیسے فرائض کو قائم کرتا ہے، مصیبت زدوں کی مصیبتوں کا تدارک اور حل پیش کرتا ہے۔ آج سے تیرہ سو سال پیشتر وہ اصول ایسے باندھتا ہے جن سے سرمایہ داری کے نقائص جو تیرہ سو سال بعد دنیا میں ظاہر ہونے والے تھے، ازالہ ہوسکے۔ انسان اگر محنت کرتا ہے تو یہ اصول بھی موجود ہے کہ تمہاری محنت کا پھل تم کو ملنا چاہیے۔

مسلمانوں کے اندر جب کثرت سے دولت اور مال آ گیا تو لوگوں نے بیاہ شادی کے موقعوں پر زیادہ مہر باندھنے شروع کر دیئے۔ حضرت عمرؓ کو خیال ہوا کہ اس طریق سے تو مسلمان قوم بگڑ جائے گی اور مسلمانوں کو بھی روپیہ یا مال سے محبت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپؓ نے ایک موقع پر اعلان کیا، کہ اگر کوئی شخص رقم معینہ سے زیادہ مہر باندھے گا تو زائد رقم ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دی جائے گی۔ وہ زمانہ تو ایسا زمانہ تھا کہ مسلمانوں میں سے ہر مرد و عورت کا دماغ قرآن پاک کی تعلیم سے روشن ہو چکا تھا۔ ایک عورت بھی اس مجمع میں موجود تھی۔ وہ کھڑی ہو گئی اور حضرت عمر امیر المومنین کو ان الفاظ سے مخاطب کرتی ہے:

یا عمر بن الخطاب انت تمنع

اے عمر، خطاب کے بیٹے تو اس چیز سے منع کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ ہم کو دیتا ہے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ دی:

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ اگر سونے کے ڈھیر بھی تم عورتوں کو دے دو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لیا جائے'' (۴: ۲۰)۔ اس لئے آپؓ کا حکم خلاف قرآن ہے۔ حضرت عمر رضی

اللہ عنہ دوبارہ اٹھے اور فرمایا اے لوگوں جو کچھ میں نے کہا۔ ان الفاظ کو واپس لیتا ہوں اور مزید فرمایا:

نساء المدینۃ افصح من عمر۔یعنی مدینہ منورہ کی عورتیں عمر سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ اس گفتگو کا مقصد صرف یہ ہے کہ اسلام کے مدنظر دونوں پہلو تھے، یعنی دین اور دنیا۔مگر دوسرے مذاہب نے صرف ایک ہی پہلو یعنی روحانی یا اخلاقی پہلو پر ہی زور دیا ہے۔ مثلاً عیسائیت یہ کہتی ہے کہ کفارہ پر ایمان لے آؤ۔ آخرت میں چھوٹ جاؤ گے ۔ اسلام کے اخلاقی قوانین بھی درحقیقت انسان کی دنیوی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے ہیں۔ بیشک انسان کو آزادی بہت بکار ہے۔لیکن انسان کی بہتری اور بھلائی بعض قیود کے اندر ہے۔ اگر ان قیود پر عمل کرو گے تو بچے رہو گے۔ ورنہ اس قسم کی بدیاں اور فسق و فجور ظاہر ہوگا کہ انسان کی زندگی دوبھر ہوجائے گی۔ اچھی زندگی وہی ہے جو مرد وعورت کی زندگی کو بہتر سے بہتر بنا دے۔

اللہ تعالیٰ کو آپ کے مالوں کی ضرورت نہیں۔ جب مال کی محبت دلوں میں زیادہ ہو جاتی ہے تو اس سے اخلاق گر جاتے ہیں۔اس لئے سرمایہ داری کا بھی علاج کیا۔ بیشک مال کو جمع کرتے چلے جاؤ۔مگر مال کا محاسبہ بھی کرو۔ زکوۃ کا نام خیرات نہیں ہوسکتا۔ زکوۃ اور خیرات دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ زکوۃ تو جمع شدہ مال پر ٹیکس ہے۔ مال کو بڑھانے کی ترغیب دیتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ایک سماجی ذمہ داری بھی ڈالتا ہے جیسے قرآن مجید فرماتا ہے:

وفی اموالھم حق للسائل و المحروم (۱۹:۵۱)

''اور ان کے مالوں میں سوالی اور نہ مانگنے والے محتاج کا حق ہے۔'' چنانچہ اس مال میں سے مانگنے والے کا اور جو نہیں مانگتا، مگر محتاج ہے، حق موجود ہے۔ جس قدر مال جمع ہو جائے چالیسواں حصہ اسی جمع شدہ مال سے ہر سال نکالتے چلے جاؤ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کے متعلق قسم کھائی ہے کہ کسی کا مال صدقہ اور زکوۃ سے کم نہیں ہوتا۔ جب مسلمان مرجاتا ہے اور وہ کروڑوں روپے کا مالک ہو۔تو اس کی جائیداد تقسیم ہوجائے گی۔ جس طرح انسانی جسم میں اگر خون ایک جگہ پر جمع ہوجائے تو یہ بیماری پیدا کرتی ہے اور انسانی صحت کے لئے اس کا دورہ ہی مفید ہوتا ہے۔اسی طرح سے انسانی جائیداد بھی اس کے بعد اس کے اقربا میں تقسیم ہوجانی چاہیے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم میں ہر شخص کو یہ بھی حکم ہے کہ اگر اس کے پاس مال کثیر ہو۔تو اپنے اس مال سے مرتے وقت خیراتی کاموں کے لئے بھی وصیت کرے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابہ تو اس قسم کی وصیتیں لکھ کر اپنے سرہانے رکھا کرتے تھے تا کہ قرآن کے اس حکم پر عمل ہوسکے۔ ایسی وصیتوں یا خیراتی کاموں سے مسلمانوں کے سب ادارے چل سکتے ہیں۔ صدقہ فطر کو ہی دیکھ لیں۔ رسول اللہؐ کے زمانہ میں یہ ایک جگہ جمع ہوتا تھا مگر موجودہ وقت میں لوگ صدقہ فطر دیتے بھی ہیں۔مگر برباد ہوتا چلا جاتا ہے کیونکہ تنظیمی صورت میں اس کی ادائیگی نہیں ہوتی اور اصل غرباء جو حقدار ہوتے ہیں وہ اس صدقہ سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اسی طرح پر سود کو حرام قرار دیا۔الغرض انسان کی زندگی بہتر بنانے کے جس قدر سامان ہیں سب کا علاج بھی کرتا ہے اور مسلمانوں کو ان کے حاصل کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

اشتراکیت کا تاریخی تجزیہ

سرمایہ داری یا دولتمندی کا جو علاج اشتراکیت نے ابتدا میں تجویز کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ سب یکساں ہیں مگر اب یہ خیال اشتراکیت کے حامیوں نے چھوڑ دیا۔ اسی طرح پر جب چند سالوں تک ان کو یہ معلوم ہوجائے گا کہ انسان کسی کے ماتحت نہیں رہ سکتا تو اس کی موجودہ تحریک کا اسی دن خاتمہ ہوجائے گا۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی غلط فہمی یا ناواقفیت کے باعث غلط خیالات انسان کے دماغ میں غالب آجاتے ہیں۔قرآن کریم کی موجودگی میں مسلمانوں کو کسی دوسری چیز کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ اس میں تمام صداقتیں اور جملہ مفاسد کا علاج موجود ہے۔ بات کیا ہے جو اشتراکیت پھیل رہی ہے۔ دنیا کی تحریکیوں میں اور خدا کی تحریکیوں میں فرق ہوتا ہے۔ مذہب یا خدائی تحریک کے ماننے والے شروع شروع میں غریب ہوتے ہیں۔مگر بعد میں ان کو یہ دنیا میں بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیتا ہے۔مگر اشتراکیت کی ابتداء حکومت سے شروع ہوتی ہے۔اگر فی الواقع اشتراکیت کے باعث روس کی اچھی حالت ہوگئی ہے۔تو اس کو اب پروپاگینڈہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ دنیا کو دعوت دے سکتا ہے کہ آؤ ہمارے ملک کو دیکھو۔مگر اصل واقعات کیا ہیں۔ وہاں کے لوگوں کی زبانیں بند ہیں۔کوئی ''لٹریچر وہاں پہنچ نہیں سکتا۔ اگر کوئی وفد وہاں جائے بھی تو قیدیوں کی صورت میں رکھا جاتا ہے۔ کیوں عملی رنگ میں اس ترقی کو دنیا کے

سامنے پیش نہیں کیا جاتا۔ چند ماہ بعد ہمارے وزیر اعظم کا وفد بھی وہاں جائے گا۔ مگر یاد رکھئے یہ بھی قیدیوں کی صورت میں وہاں رہیں گے۔ یہ درحقیقت اسلام کے سر ہی سہرا ہے۔ جو ڈنکے کی چوٹ پر تمام دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کرتا ہے۔ لاؤ اس سے بہتر اصول پیش کرنے والا مذہب۔ انسان کا دماغ اور دل اور آنکھیں اور کان ہیں تمام معاملات زندگی کے متعلق ان سے کام لینا چاہیے۔ ایک دن لوگوں کی آنکھیں اس معاملہ میں بھی کھل جائیں گی۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آج تحریک اشتراکیت اتنی ترقی کر رہی ہے اور اسلام اتنی ترقی نہیں کر رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ آج کل ایسے لوگ نہیں ہیں۔ جو اخلاص اور جذبہ سے اس کے نظریات پر عمل پیرا ہوں، اس لئے یہ گھاٹے میں ہے۔ اور یہ امر تو ظاہر ہے کہ اگر اچھے اصولوں کی اشاعت نہ کی جائے۔ دنیا میں وہ نہیں پھیل سکتے۔ عیسائیت نے زبردست کوشش کی۔ اس کے اصول تین خدا۔ مسئلہ کفارہ یعنی سولی پر کوئی چڑھے اور گناہ کسی کے معاف ہو جائیں۔ کس قدر غیر معقول اصول ہیں۔ عیسائی ان اصولوں کو نہ خود سمجھتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو سمجھا سکتے ہیں۔ انہوں نے جدوجہد سے کام لیا۔ مال سے کام لیا۔ دنیا کی جہالت اور بے خبری سے فائدہ اٹھایا۔ کس قدر انہوں نے ترقی کی۔ اسلام کس طرح اور کیونکر ترقی کرے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یقیناً یہ مذہب بالآخر تمام دنیا کا ہو جائے گا۔ لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تمہاری طرف سے بھی کوشش چاہتا ہے۔ کیا ہم نے اس کے پھیلانے کی کوشش کی۔ عیسائیوں نے تو بائیبل کا سات سو زبانوں میں ترجمہ کر کے اس کو پھیلایا۔ تم نے قرآن کریم کا کتنی زبانوں میں ترجمہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ تمہارا تو یہ خیال ہے کہ پہلے ساری دنیا عربی زبان سیکھے اور وہ پھر قرآن کو پڑھ لیں گے۔ ایسے حالات میں اسلام کیونکر ترقی کرے۔ تم قرآن پاک کے تراجم مختلف زبانوں میں دنیا کے سامنے پیش کرو۔ پھر دیکھو کہ قرآن کس طرح دنیا کو فتح کرتا ہے۔ مسلمانوں نے تو کچھ بھی نہ کیا۔ مگر اس وقت قرآن کریم کے پندرہ تراجم تو جرمن زبان میں، چھ ترجمے انگریزی زبان میں اور کئی تراجم فرانسیسی زبان میں موجود ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھو کہ ان لوگوں کی قرآن شریف سے کچھ انس ہے۔ بلکہ اس قسم کے تراجم یورپین عیسائیوں نے اسلام کی ضرر رسانی اور خاص پالیسی کے ماتحت لکھے ہیں تا کسی نہ کسی طریق سے اسلام پر ایسا داغ لگایا جائے جس سے لوگ اس کی طرف نہ آسکیں۔ یہ کام تو درحقیقت آپ لوگوں کا ہے۔ ہم نے تو اپنے ہمسایہ قوم ہندوؤں کو بھی قرآن کا صحیح ترجمہ نہیں پہنچایا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آج ہماری تاریخ خون کے حروف سے نہ لکھی جاتی۔ میں صحیح طور پر کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے اپنی اصلی دولت یا نعمت کی قدر نہیں کی۔ جس دن مسلمان خدا کے کلام کی قدر کریں گے اور خدمت اسلام اپنا نصب العین بنالیں گے۔ اسی دن سے مسلمان کی زندگی پلٹ جائے گی۔ مسلمانوں نے جب تک قرآن کی خدمت کی تو اسکے صلہ میں کہاں کہاں پہنچے اور کیا کیا عروج حاصل کیا۔ علم کو چاروں طرف پھیلا دیا۔ ہسپتال قائم کر دئے۔ یونیورسٹیاں قائم ہوگئیں۔ اگر قرآن کی خدمت کے لئے چند نوجوان اُسی جوش کے ساتھ اٹھیں جیسے اشتراکیت کے پھیلانے والے تو پھر دیکھو اسلام کس قدر جلد پھیلتا ہے اور دنیا پر غالب آجاتا ہے۔

اسلام کی روحانی طاقت

اسلام میں روحانی طاقت بڑی زبردست ہے۔ اس لئے قرآن کریم کی، رسول اللہ صلعم کی سیرت کو وسیع طریق پر اس کی اشاعت کی جائے۔ اشتراکیت والے تو ہر قسم کی سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ جیل جانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ جس دن اسی قسم کا جذبہ اسلام کی اشاعت کا مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہو جائے گا۔ یا جس طرح کا ہمارے آباؤ اجداد میں پیدا ہوا۔ اسی دن انشاءاللہ اسلام اور قرآن دنیا میں پھیل جائے گا۔ تحریک اشتراکیت دنیا کے مصائب کا علاج نہیں ہے۔ دنیا میں مصائب اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ دنیا کی نظر بلند باتوں سے اوجل ہوگئی ہے۔ بیشک یورپ نے بڑی ترقی کی۔ وہ برلن جو اس ترقی میں سب سے پیش پیش تھا۔ آج اسی مقام پر عورتیں اپنی عصمت فروشی پر مجبور ہیں۔ انسان کی اصل قیمت اخلاق اور روحانیت سے ہے۔ دنیا کو اس کی ضرورت ہے۔ اسی لئے چند نوجوان اسی ولولے اور جوش کے ساتھ اٹھیں۔ نیک بنیں۔ دوسروں کو نیک بنائیں۔ اور قرآن کی خاطر ہر قسم کی تکالیف برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تو پھر دیکھیں اسلام کس قدر حیرت انگیز ترقی کرتا ہے۔

☆☆☆

(سرسید احمد خان صاحب کی قرآن مجید اور بائبل کے بارے میں تقابلی مطالعہ پر ایک تحقیقی کتاب ''تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل علی ملۃ الاسلام'' کو دوبارہ شائع کر کے ''مکتبہ اخوت''۔ اردو بازار، لاہور نے ایک انتہائی اہم کاوش کو نئے سرے سے اس زمانہ میں متعارف کروایا ہے۔ محترم محمد علی فارق صاحب نے ''حرف اول'' میں کتاب کا مختصر تعارف، اس کے مندرجات کے عنوانات اور سرسید احمد خان صاحب کا اس کتاب کی تصنیف کے دوران دینی جوش و جذبہ اور انتہائی محنت کا بھی بڑے مختصر لیکن دلکش انداز میں ذکر کیا ہے۔

سرسید احمد خان صاحب کی یہ کتاب جہاں علم کے اس میدان میں اولیت کا درجہ رکھتی ہے وہاں اس کی دوبارہ اشاعت ایک قابل ستائش خدمت بھی ہے۔ اگر اس کتاب کو ''تحقیق اور تقابلی مطالعہ'' کا شاہکار کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ دونوں مذاہب کی مقدس کتب قرآن مجید اور بائبل کے مطالعہ کے سلسلہ میں یہ کتاب علمی انداز میں سوچ کی ایک نئی جہت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ ہماری نظر میں یہ ایک نہایت جرات مندانہ اقدام بھی ہے۔ اس علمی تحقیق نے قرآن مجید اور بائبل کے مطالعہ کی اہمیت کو بڑے موثر انداز میں اجاگر کیا ہے۔ جس کی طرف مسلمان علماء اور مفکرین کی توجہ کم رہی ہے۔ آج جبکہ مغرب میں عیسائی مصنفین کی طرف سے لاتعداد کتب اور قرآن مجید کے تراجم شائع ہو رہے ہیں۔ سرسید احمد خان صاحب کی یہ کتاب ''روشنی کے مینار'' سے کم نہیں۔ یہ کتاب روشن خیال طرز فکر کی اہمیت کی نشاندہی بھی کرتی ہے۔ جس کے ذریعہ مذاہب کے مابین رواداری اور افہام و تفہیم کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے اور جس کی طرف قرآن مجید بار بار ہماری توجہ دلاتا ہے۔

روزنامہ ''ڈان'' کراچی نے اپنے شمارہ مورخہ ۷ افروری ۲۰۱۰ء میں اس کتاب پر نہایت عمدہ اور تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے اس کو ''غیر معمولی کوشش'' کہا ہے۔ اور لکھا ہے ''کہ سرسید احمد خان صاحب نے یہ کتاب لکھ کر ایک عظیم الشان منصوبہ کی تکمیل کی ہے۔ جس میں بائبل پر تفسیر لکھ کر دونوں مذاہب یعنی اسلام اور عیسائیت کے ماننے والوں میں ایک دوسرے کے عقاید کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس شمارے میں ہم ناشر کے ''حرف اول'' میں سے اقتباس اور اس کتاب کے حصہ اول میں سے دوسرا مقدمہ بعنوان ''وحی اور کلام الٰہی کیا ہے'' کو ذیل میں قارئین کے مطالعہ کے لئے درج کر رہے ہیں۔ ادارہ)

حرف اول از ناشر

سرسید مرحوم کی کتاب ''تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل علی ملۃ الاسلام'' تفسیری نظریات کا تقابلی مطالعہ کرنے والوں کے لئے نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ افسوس کہ پاکستان میں اس کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اہل نظر خذ ما صفا کی بنیاد پر اس کے جائزہ سے محروم رہے۔ سرسید کی تفسیر القرآن دوست ایسوسی ایٹس، اردو بازار، لاہور کی طرف سے شائع کی گئی جبکہ سرسید کے مختلف موضوعات پر مشتمل مقالات کی سولہ جلدیں مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور نے شائع کیں۔ مذکورہ مقالات کی جلد نمبر ۱۵ میں ''تبیین الکلام'' حصہ سوم کے ابتدائی پندرہ صفحات شامل ہیں جو ''مختصر تاریخ عیسائی مذہب کی مسلمانوں کے مذہب کے نکلنے تک'' کے عنوان سے شائع کیے گئے ہیں۔ ان پندرہ صفحات میں قریب زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام کے یہودیوں کے فرقوں اور ان کے عقائد سے لے کر رسالتمآبؐ کی بعثت تک کے پیدا ہونے والے عیسائی فرقوں کے نام اور ان کے درمیان نظریاتی اختلافات بیان کرنے کے بعد سرسید لکھتے ہیں۔

''یہ اختلاف جن کا اثر اس چیز پر پہنچتا تھا جس سے نجات ابدی حاصل ہوتی ہے۔ ایسے بڑھ گئے تھے کہ ان کا اصل اور سچی بات پر ختم ہونا بغیر اس کے کہ خدا کی طرف سے کچھ ہدایت ہو ممکن نہ تھا۔ اس لئے ضرور ہوا کہ وہ نبی جس کا ذکر موسیٰ علیہ السلام نے کیا اور جس کی خبر عیسیٰ علیہ السلام نے دی ظاہر ہو اور ان تمام جھگڑوں کا فیصلہ کرے اور سب کو راہِ راست بتا دے۔

چنانچہ سنہ ۶۱۲ء میں وہ آخری نبیؐ ظاہر ہوا جس نے تمام اندھیروں کو اجالا کیا اور جس طرح پر سچائی سے خدا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا چاہیے اس کو بتایا۔

اللھم صلی وسلم دائما ابدا
علی نبیک خیر الخلق کلھم

مرادآباد کے قیام کے دوران سرسید نے ''تبیین الکلام'' کی تصنیف کا منصوبہ بنایا۔ اس کی طباعت کے لئے ایک پریس خریدا جس میں اردو ٹائپ کے علاوہ انگریزی اور عبرانی ٹائپ کے حروف بھی منگوائے۔ اسی دوران ان کا تبادلہ غازی پور ہوا تو انہیں مولوی عنایت رسول چڑیا کوٹی کی رفاقت ملی جنہوں نے توریت و انجیل کا اصل زبانوں میں گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ توریت کو عبرانی زبان میں پڑھنے کے لئے سرسید نے ایک یہودی عالم کو ملازم بھی رکھا۔

''تبیین الکلام'' کی تصنیف کے دوران سرسید کا کیا حال تھا؟ اس سلسلہ میں مولانا حالی نے سرسید کے دوست محمد سعید خان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''اس کتاب کی تصنیف کے دوران انہوں نے پلنگ پر سونا چھوڑ دیا تھا، فرش پر کتابوں کے درمیان ان کی نشست رہتی تھی۔ نیند کا غلبہ زیادہ ہوتا تو وہیں کسی کتاب پر سر رکھ کر سو رہتے اور پھر اٹھ کر لکھنے لگتے تھے۔ اسی طرح ساری رات گزر جاتی۔''

''تبیین الکلام'' کی پہلی جلد ملاحظہ کرنے پر مشہور فرانسیسی مستشرق گارساں دتاسی نے لکھا کہ ''اس کتاب کا یہ پہلا حصہ شہر غازی پور میں مصنف کے خاص ذاتی مطبع میں چھپا ہے اور موصوف نے خود اس کے سارے اخراجات برداشت کئے ہیں۔ یہ کتاب بڑی تقطیع پر ۴۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اُردو کے ساتھ ساتھ انگریزی ترجمہ بھی ہے۔ یہ حصہ دراصل تمہید کے طور پر ہے۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس پوری کتاب کی وسعت کیا ہوگی۔ سرسید احمد کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی معلومات گہری ہیں اور انہیں صرف قرآن اور توریت و انجیل ہی پر کافی عبور نہیں ہے بلکہ دوسری مشرقی تصانیف سے بھی وہ پورے طور پر واقف معلوم ہوتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر تعجب اس امر پر ہے کہ موصوف نے یوروپین تصانیف سے بھی استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ ان کے جگہ جگہ پر حوالے دیتے ہیں۔ یہ کتاب وسیع مطالعے اور تحقیق کے بعد لکھی گئی ہے۔ مجھے زیادہ تر خوشی اس کی ہے کہ یہ کتاب اس زبان میں ہے جس کی تعلیم یہاں میرے ذمہ ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ اس قسم کے مطالب شاید پہلی مرتبہ کسی مسلمان نے اردو میں فکر و تحقیق کے ساتھ پیش کئے ہیں۔ غالباً یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شاید ہی مشرق کی زبان میں اس کتاب کے شائع ہونے سے پہلے اس نوعیت کے مطالب کو ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہو۔''

مستشرق مذکور آگے لکھتا ہے کہ ''مصنف کو ہماری مقدس کتب پر پورا عبور حاصل ہے اور ان کی نظر سب ضروری معلومات پر پوری طرح حاوی ہے۔ اس کتاب میں وہ معلومات جو ہمیں مختلف جگہ جستہ جستہ ملتی ہیں ایک جگہ اکٹھی مل جائیں گی۔ ہاں ساتھ ہی ہمیں یہ امر بھی فراموش نہ کرنا چاہیے کہ مصنف ایک مسلمان ہے اور قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسیحی اور اسلامی تعلیم میں میل پیدا کرے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ غالباً اس کے ہم مذہب لوگ اس کی رواداری کی باتوں کو بری نظر سے دیکھیں گے۔ دوسری جانب عیسائی لوگ غالباً کبھی اس بات کی صداقت کو تسلیم نہیں کریں گے کہ قرآن بھی ایک آسمانی کتاب ہے۔ ہوگا یہ کہ مسلمان کفر کے فتوے دیں گے اور عیسائی مصنفین سید احمد کے علمی اور صلح پسندانہ خیالات کے ساتھ اتفاق کرنے سے انکار کریں گے۔''

وحی اور کلام الٰہی کیا ہے؟

وحی وہ چیز ہے جس سے خدا کی مرضی نامعلوم باتوں میں کھل جاتی ہے۔ اور یہ بات کئی طرح پر ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ خدا سے اس کا پیغام سنا جائے۔ دوسری یہ کہ خدا کا فرشتہ اپنی صورت میں آئے اور خدا کا پیغام پہنچائے۔ تیسری یہ کہ خدا کا فرشتہ آدمی کی صورت میں بن کر آئے اور خدا کا پیغام پہنچائے۔ چوتھی یہ کہ صرف بذریعہ آواز کے، بغیر کسی کے مشاہدہ کے، پیغام الٰہی پہنچائے۔ پانچویں یہ کہ خدا کی طرف سے دل میں خدا کا پیغام ڈالا جائے۔ چھٹی یہ کہ خواب میں یا اور طرح پر بذریعہ کشف کے پیغام الٰہی معلوم ہو۔

ہم مسلمانوں کے مذہب کے بموجب مطلق وحی کا آنا صرف انبیاء ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ انبیاء کے سوا مقدس لوگوں پر بھی وحی آتی ہے۔ مگر اس امر کے واسطے کہ انبیاء علیہ السلام اور مقدس لوگوں کی وحی میں شبہہ نہ پڑے جدا جدا نام رکھے ہیں۔ وحی کی پہلی چار قسموں کو، جب

انبیاء کے سوا اور لوگوں پر اتریں، تحدیث کہتے ہیں اور پانچویں قسم کو الہام۔ اور چھٹی قسم کو مشاہدات یا مکاشفات۔ اب نبیوں کے سوا مقدس لوگوں پر بھی وحی آنے کا ثبوت ہم کو اپنے مذہبی دلیلوں سے بیان کرنا چاہیے۔

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ سورۃ قصص میں فرماتا ہے: ''اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ پلا۔ پھر جب تجھ کو ڈر ہو اس کا تو ڈال دے اس کو دریا میں اور نہ خطرہ کر اور نہ غم کھا۔ ہم پھر پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف۔ اور کریں گے اس کو رسولوں میں سے'' (۲۸:۷)

اس آیت سے حضرت موسیٰؑ کی ماں پر جو نبی نہ تھیں وحی کا آنا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری دلیل: اللہ تعالیٰ سورۃ کہف میں فرماتا ہے ''اے ذوالقرنین! یا لوگوں کو تکلیف دے یا رکھ، ان میں خوبی ہے'' (۱۸:۸۷)۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا کا پیغام ذوالقرنین کو آیا اور وہ نبی نہ تھا۔

تیسری دلیل: مشکوۃ میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بے شک تم سے پہلی امتوں میں الہام والے لوگ تھے۔ پھر اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہے۔ '' (باب: مناقب عمر)۔ اس حدیث سے حضرت عمرؓ کا جو نبی نہ تھے صاحب وحی یعنی صاحب الہام ہونا ثابت ہوتا ہے۔

چوتھی دلیل: اللہ تعالیٰ سورۃ مریم میں فرماتا ہے: ''اور ذکر کر کتاب میں مریم کا جب کنارے ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں۔ پھر پکڑ لیا اس نے انہیں ورے ایک پردہ۔ پھر بھیجا ہم نے اس پاس اپنا فرشتہ۔ پھر بن آیا اس کے آگے آدمی پورا۔ بولی! مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر تو پرہیزگار ہے۔ بولا میں تو بھیجا ہوا تیرے رب کا ہوں۔ کہہ! دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا۔ بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا۔ اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے۔ اور میں خراب بھی نہ تھی۔ بولا یوں ہی فرمایا تیرے رب نے، وہ مجھ پر آسان ہے۔ اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کو نشانی اور رحمت ہماری طرف سے اور ہے یہ کام ٹھہر چکا''۔ (۱۹:۱۶۔۲۳)

پانچویں دلیل: اللہ تعالیٰ سورہ آلِ عمران میں فرماتا ہے: ''جب کہا فرشتوں نے اے مریم! اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے کلمہ کی' جس کا نام مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا ہے' مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور مقربوں سے'' (۳:۴۵۔۴۶)۔

چھٹی دلیل: اللہ تعالیٰ نے سورۃ آلِ عمران میں فرمایا ہے: ''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ نے تجھ کو برگزیدہ کیا' اور ستھرا بنایا اور برگزیدہ کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں سے۔ اے مریم! بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔'' ان تینوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مریم پر جو نبی نہ تھیں خدا کی وحی آئی۔

یہ چھ دلیلیں اس بات کا بخوبی تصفیہ کرتی ہیں کہ خدا کی وحی نبیوں کے سوا اور مقدس لوگوں پر بھی آتی ہے۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ پانچویں قسم کی وحی کو جب نبی پر اترتی ہے کبھی نفث في الروع بھی کہتے ہیں۔ اور جب نبی کے سوا اور کسی مقدس کو ہوتی ہے تو اس کو سکینہ کہتے ہیں۔ مشکوۃ میں حدیث ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ''کہ بیشک روح القدس نے ڈالا میرے دل میں'' (باب: توکل و صبر)۔ اور مشکوۃ ہی میں یہ بھی ہے کہ ''سکینہ عمر کی زبان سے اور دل سے بولتی ہے۔'' اس وحی کا یہ طریقہ ہے کہ صاحب وحی کے دل میں بسبب نورا اور صفائی قلب اور پاکیزگی روح کی خود بخود ایک بات جوش مارتی ہے اور وہ زبان سے نکلتی ہے۔ وہ کلام فی الحقیقۃ کلام رحمانی ہے جو اس کی زبان سے نکلا، نہ کلام نفسانی۔ مگر ہم مسلمان ان دونوں قسم کی وحیوں میں یعنی جو نبی پر آوے اور جو غیر نبی پر آوے تمیز رکھنے کو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو وحی انبیاء کو ہوتی ہے اس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی نہ اصل وحی میں اور نہ تعبیر معنی میں۔ اور جو وحی انبیاء کے سوا اور مقدس لوگوں کو ہوتی ہے اس میں سمجھ کی غلطی کا احتمال ہے خواہ باعتبار وحی سمجھنے اس واقعہ کے جو ہوا خواہ باعتبار تعبیر اور تفہیم معنی وحی کے۔ علاوہ اس کے ایسی وحی جس سے شریعت کا کوئی نیا حکم پیدا ہو، وہ نبی کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتی۔ محققین علماء مسیحی کا بھی یہی مذہب ہے۔ مارٹن لوتھر صاحب جو فرقہ پروٹیسٹینٹ کے پیشوا ہیں، اپنی کتاب کی دوسری جلد میں جہاں ذکر ہے کہ بیمار پر مجلس کے قسیس تیل ڈالیں، وہاں لکھتے ہیں: کہ گو یہ نامہ یعقوب کا ہو لیکن حواری کو نہیں پہنچتا کہ اپنی طرف سے Sacrament یعنی حکم شرعی بناوے۔ یہ منصب صرف حضرت عیسیٰ کو تھا۔''

(نامہ یعقوب آیت ۱۴)

یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہمارے مذہب کے بموجب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری بھی صاحب وحی یعنی صاحب الہام تھے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ میں فرمایا

ہے: ''اور جب میں نے وحی بھیجی حواریوں کے پاس کہ یقین لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر۔ بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔'' (۱۱۴:۵)

جب وحی کے معنی معلوم ہوگئے۔ تو اب جاننا چاہیے کہ جو خدا کا پیغام نبی پر کسی طرح پہنچے وہ کلام الٰہی ہے۔ چنانچہ جس قدر پیغام خدا کے انبیاء سابقین اور ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پاس پہنچے اور انہوں نے لوگوں کو ہدایت کے لئے بطور احکام یا وعظ یا نصیحت یا اور طرح پر بیان فرمائے وہ سب برحق اور کلام الٰہی ہیں۔ مگر جس قدر کلام الٰہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر نازل ہوا، اس میں معجزہ فصاحت کا مقصود نہ تھا۔ اس لئے وحی بطور مضمون القاء ہوتی تھی جس کو انبیاء اپنی زبان سے تعبیر فرماتے تھے۔ عیسائی مفسرین ''ہیوسوبر'' اور لیافان صاحب لکھتے ہیں: کہ روح القدس نے جس کی تعلیم اور مدد سے انجیل نویسوں اور حواریوں نے لکھا ہے ان کے لئے کوئی زبان نہیں ٹھہرا دی تھی۔ بلکہ اس نے ان کے دلوں میں صرف مطلب سمجھا دیا اور غلطی میں پڑنے سے بچایا۔ اور ہر ایک کو اختیار دیا کہ اپنے محاورہ اور عبارت میں اس کو ادا کرے۔ اور جیسے ہم ان پاک لوگوں کی لیاقت اور مزاج کے موافق ان کی کتابوں میں محاورہ کا فرق پاتے ہیں ویسا ہی وہ شخص جو اصل زبان کا ماہر ہوگا۔ متی اور لوقا اور پال اور یوحنا کے محاورہ میں فرق پائے گا۔ روح القدس حواریوں کو عبارت بتا دیتا تو یہ بات ہرگز نہ ہوتی، بلکہ اس حالت میں کتب مقدسہ میں سے ہر کتاب کا محاورہ یکساں ہوتا۔

مگر ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اس میں بالذات ایک اور معجزہ فصاحت کا بھی مقصود تھا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ وہ وحی بلفظہ نازل ہوتا کہ اس کی سی فصاحت انسان سے نہ بن سکے۔ چنانچہ قرآن مجید اسی طرح بلفظہ نازل ہوا۔ اور وحی لفظ بہ لفظ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔ اس سبب سے ہم مسلمانوں نے اپنی اصطلاح میں کلام الٰہی کو ایک خاص معنوں میں سمجھا ہے۔ یعنی وہ وحی کہ جس کے لفظ بھی خدا سے ہی ہوں۔ اور ایسی وحی کو ہم وحی متلو یا کلام الٰہی کہتے ہیں۔ اور اس وحی کو جو بطور مضمون القا ہوئی تھی اس کو وحی غیر متلو یا کلام الٰہی کہتے ہیں۔ مگر بسبب خاص وجہ کے یہ ایک خاص اصطلاع قرار پائی ہے۔ نعوذ باللہ اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلواۃ والسلام پر جو القاء ہوا اور جو احکام اور ہدایت دین کے انہوں نے فرمائے، یا سوائے قرآن مجید کے اور جو کچھ دین کے معاملہ میں ہمارے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کلام الٰہی نہیں ہے۔

اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ ہم مسلمانوں کے مذہب میں صاحب وحی یا صاحب الہام کا ہی کلام وحی سمجھا جاتا ہے جو اس نے دین کے مقدمہ میں کہا ہو۔ یا ایسی بات کہی ہو جس کا بغیر وحی یا الہام کے کہنا عقلاً بعید ہو، یا خود اس نے ظاہر کیا ہو کہ میں یہ بات وحی یا الہام سے کہتا ہوں۔ یا قرینہ حالیہ اور مقالیہ سے معلوم ہو کہ وہ وحی یا الہام سے کہا گیا ہے۔ اور اس کے سوا جو اس کا اور کلام ہے اور جو دن رات انسان کے برتاؤ میں آتا ہے اور دنیاوی امورات سے علاقہ رکھتا ہے، اس کو وحی سے کچھ علاقہ نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مشکوۃ میں رافع ابن خدیج سے روایت ہے ''کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والے کھجور کے درخت میں نر کھجور کا مادہ ڈالتے تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم یوں ہی کیا کرتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ شاید تم نہ کرو تو بہتر ہو۔ پھر انہوں نے نہ کیا۔ تب کھجوریں کم پھلیں۔ اس کا ذکر حضرتؐ سے ان لوگوں نے کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں انسان ہی ہوں۔'' (باب: الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

پھر آپؐ نے فرمایا: جس وقت تم کو کسی چیز کا تمہارے دین کی باتوں میں حکم کروں اس کو اختیار کرو۔ اور جب تم کو اپنی عقل سے کسی بات کا حکم کروں تو میں بھی انسان ہوں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر کسی صاحبِ وحی یا صاحبِ الہام کے اس قدر قول یا تحریر میں جو بطور عام انسانوں کے ہو، بالفرض اگر کوئی غلطی یا سہو نکل آئے تو کسی طرح اس کی صاحبِ وحی یا صاحب الہام اور پاک اور مقدس ہونے پر شبہہ نہیں ہوسکتا۔ یہی سبب ہے کہ ہم مسلمان باوجود یہ کہ تمام کتب عہد عتیق اور عہد جدید کو پاک اور مقدس جانتے ہیں، مگر خاص متن بائبل کو اس کی روایت سے علیحدہ تمیز کرتے ہیں۔ اور اگر کہیں کچھ تناقض امور تاریخی میں پاتے ہیں تو اس سے کسی طرح متن بائبل پر شبہہ نہیں کرتے، کیونکہ دراصل ہم کو محافظت متن مدنظر ہے اور ظاہر ہے یہی طریقہ علماء عیسائی کا بھی معلوم ہوتا ہے۔

ہارن صاحب سینٹ آگسٹائن صاحب کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جن شخصوں پر روح القدس

مذہب کی باتیں الہام سے پہنچاتے تھے، وہی شخص بعض اوقات دیانت دار مورخوں کے مثل (یعنی بغیر الہام کے) بھی لکھا کرتے تھے۔ اور بعض اوقات الہام کی تاثیر (کے تحت) ہو کر پیغمبروں کی مانند لکھتے تھے۔ اور وہ تحریریں ایک دوسرے سے اس قدر اختلاف رکھتی ہیں کہ ان میں سے ایک قسم ان لوگوں کی طرف اس طرح منسوب کی جاتی ہے کہ گویا انہوں نے اس کو بطور مصنف کے تصنیف کیا ہے۔ اور دوسری قسم خدا کی طرف منسوب کی جاتی ہے کہ گویا خدا ان کے ذریعہ سے کلام کرتا ہے۔ ان میں سے اول قسم کی تحریریں ہمارے علم کے بڑھانے کے کام آتی ہیں اور دوسری قسم کی تحریریں مذہب کی سند کے واسطے ہوتی ہیں۔

ہنری اور سکاٹ کی تفسیر کی آخری جلد میں ہے کہ ضروری نہیں کہ ہر لکھا پیغمبر کا الہامی یا قانونی ہو۔ اور اس لئے کہ حضرت سلیمانؑ نے بعض الہامی کتابیں لکھیں۔ یہ ضروری نہیں کہ جو انہوں نے بطور تاریخ کے لکھا وہ بھی الہامی ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیے کہ پیغمبر اور حواری خاص خاص مطلب اور موقع پر الہام کئے جاتے تھے۔

واٹسن صاحب اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں الہام کے باب میں جو ڈاکٹر بینسن کے باب ''الہام کی توضیح'' یعنی تفسیر میں لکھتے ہیں: کہ حواری لوگ جب دین کی بات بولتے یا لکھتے تھے تو وہ خزانہ الہام سے جو ان کو حاصل تھا انہیں درست رکھتا تھا۔ لیکن وہ انسان اور ذوی العقول تھے اور انہیں الہام بھی ہوتا تھا اور جس طرح اور آدمی معاملات میں الہام بغیر عقل سے بولتے اور لکھتے ہیں ویسا ہی وہ بھی عام معاملوں میں بولا اور لکھا کرتے تھے۔ چنانچہ آئندہ مثالوں سے یہ مطلب ثابت ہوتا ہے۔

مثلاً مقدس پال کے نامہ اول تمیتھی کے پانچویں باب کی تیئسویں آیت میں لکھا ہے: ''اور اب سے تُو صرف پانی نہ پیا کر۔ بلکہ اپنے معدے اور کمزوری کے سبب تھوڑی شراب پی''۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بغیر الہام کے لکھی گئی ہوگی۔ اور مقدس پال کے نامہ دوئم تمیتھی کے چوتھے باب کی تیرہویں آیت میں لکھا ہے: ''وہ لبادا جسے میں نے ''تر واہ'' میں کارپاہ کے ہاں چھوڑا اور کتابیں خصوصاً چمڑے کا ورق لیتے آنا۔'' معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت بھی پہلی آیت کی طرح بغیر الہام کے لکھا گیا ہے۔ اور اسی طرح اسی نامہ کے چوتھے باب کی بیسویں آیت بھی بغیر الہام کے لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے: ''گراسٹس شہر کرنتھی میں رہا ہے لیکن تروفیمی کو میں نے میلیتی میں بیمار چھوڑا۔''

اور یہ آیات جو آگے آتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ الہام سے لکھے گئے ہیں:

نامہ اول کرنتھیوں باب ۷ آیت 10: ''پر میں ان کو جن کا بیاہ ہوا ہے حکم کرتا ہوں، میں نہیں خداوند حکم کرتا ہے کہ جورو اپنے خصم سے جدا نہ ہو۔''

اعمال باب ۱۶ آیت ۶: ''جب وہ فروگیا اور سرزمین گلاتیا سے گذرے۔ روح القدس نے انہیں اشیاء میں مسیح کی بات کہنے سے منع کیا۔''

آیت ۷: ''تب مسیا میں آکے انہوں نے قصد کیا کہ بتھنیا کو جاویں پر روح نے انہیں جانے نہ دیا۔''

اور یہ آیات جو آگے آتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ الہام سے نہیں لکھے گئے بلکہ صرف اجتہاد سے لکھے گئے ہیں۔

نامہ اول کرنتھیوں باب ۷ آیت ۱۲: ''باقی جو کچھ ہے خداوند نہیں، میں کہتا ہوں۔ اگر کسی بھائی کی جورو بے ایمان ہو اور اس کے ساتھ رہنے کی رضامند ہو تو وہ اس کو نہ چھوڑے۔''

نامہ اول کرنتھیوں باب ۷ آیت ۲۵: ''کنواری کے حق میں خداوند کا کوئی حکم میرے پاس نہیں۔ لیکن جیسا دیانت دار ہونے کے لئے خداوند سے رحم پایا ہوں ایسی ہی صلاح کر دیتا ہوں۔''

ان تمام مثالوں سے یہ بات بخوبی روشن ہے کہ حواری حضرت مسیح علیہ السلام کے ہمیشہ الہام سے نہیں لکھتے تھے بلکہ اپنے علم اور اپنے اجتہاد سے بھی لکھا کرتے تھے۔ اس لئے یہ امتیاز کیا گیا ہے کہ حواری جب کوئی بات الہام سے لکھتے تھے تو اس سے تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ خدا کی مرضی لوگوں کو بتاتے ہیں۔ اور جب وہ بغیر الہام کے کچھ لکھتے تھے تو اس سے صرف انسان کی تہذیب اور اخلاق مراد ہوتی تھی۔ علاوہ اس کے یہ بات بھی عقل کے قریب ہے کہ جو حال اپنی آنکھ کا دیکھا ہوا یا سنا ہوا لکھا جائے اس میں الہام کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ بیوسوبرا اور لیافان کا بھی یہی قول تھا۔

غرض کہ ان وجوہات سے یہ بات نہایت استحکام سے کہی جاسکتی ہے کہ عیسائی اور مسلمان دونوں کا مذہب یہی ہے کہ یہ بات کچھ ضروری نہیں ہے کہ سب تحریریں اگلے زمانوں کی جو ہمارے پاس ہیں، اور جن کو ان شخصوں نے لکھا ہے جن کو الہام ہوتا تھا ان سب کو کلیتہً اس طرح پر سمجھنا چاہیے کہ وہ سب الہام سے لکھی گئی ہیں۔ (جلد اول، ص ص ۱۹ تا ۳۱)

☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: فائزہ عرفان علی (ایم ایس ایڈ)

قسط: سوئم

جہاد کا صحیح مفہوم

ڈاکٹر زاہد عزیز، ایم ایس سی۔ پی ایچ ڈی (انگلستان)

''اور جو لوگ آسودگی اور تنگی میں خرچ کرتے ہیں اور سخت غضب کو دبا لینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (۳:۱۳۳۔۱۳۴)۔

آل عمران آیت ۱۳۴ میں الفاظ ''سخت غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو درگذر کرنے والے'' میں اپنے غصہ پر قابو پانا اور لوگوں کو معاف کرنا ہے۔ اور لوگوں سے مراد صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ یہ وہ کردار ہے جو مسلمانوں کو دوسرے لوگوں کو دکھانا اور اس پر عمل کرنا ہے۔ جیسا کہ آیت ۱۳۳ میں ہدایت کی گئی ہے کہ ''اللہ کی مغفرت کی طرف جلدی کرو'' ان الفاظ کے ذریعہ مسلمانوں کو سخت تلقین کی گئی ہے کہ ہمیں دوسروں کے خلاف غصے پر قابو پانا ہے انہیں معاف کرنا ہے بلکہ ان سے نیکی کا سلوک کرنا ہے۔ کیا ہم نے اپنی زندگی کا رویہ یہ نہیں بنایا کہ ہم اللہ کو ناراض کریں اور کیا اس سے ہم اللہ کے غصے کو دعوت نہیں دے رہے؟ اگر ہمارا ارادہ اور خواہش اس رویہ کو اپنانا نہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے غصے کا اظہار یا غصہ کا سلوک نہ کریں۔

قرآن مجید کی ان تین آیات میں ہمیں جن لوگوں نے تکلیف پہنچائی ہے ان کے خلاف تین طریق پر ردعمل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اور ہمیں ان حالات میں کردار کی بلندی دکھاتے ہوئے موثر طریق پر ردعمل کا اظہار کرنا چاہیے۔ کم از کم غصہ کے وقت جذبات پر قابو رکھنا چاہیے اور ہمارے لیے اتنا کرنا بے حد ضروری ہے۔ غصے کی حالت میں کسی بھی ردعمل میں زیادتی یا ناانصافی کا زیادہ امکان ہے اور مظلوم کو نقصان پہنچنے کا زیادہ احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے ہماری ہر ممکن کوشش ہونی چاہیے کہ ہم زیادتی کے ردعمل میں مناسب یا اسی قسم کا ردعمل کریں یا اس میں سمجھ بوجھ سے کام لیں۔ غصہ کو دبانے یا اس پر قابو پانے کے علاوہ ہم ان لوگوں کو جنہوں نے زیادتی کی ان کو سزا دینے کی بجائے معاف بھی کر سکتے ہیں۔ اس حالت میں عین ممکن ہے کہ اس طریق سے زیادتی یا ناانصافی کرنے والوں کو اپنی غلطی کا یا اس کی اصلاح کرنے کا احساس ہو جائے۔ اس سلسلے میں آخری درجہ جو کہ نہایت عمدہ ہوتا ہے کہ برائی کے مقابل میں نیکی سے ردعمل کیا جائے۔ لیکن یہاں بھی مقصد یہ ہو کہ برائی کرنے والا اس کے ارتکاب سے آئندہ باز آ جائے۔ ان آیات میں اس بات کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے حصول کا ایک طریق یہ ہے کہ اپنے غصہ کو دبایا جائے یا اس پر قابو پایا جائے اور دوسروں کو معاف کیا جائے۔

ایک اور مقام پر مومنوں کی نیک خصلتوں کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے:

''اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ میں آئیں تو معاف کر دیتے ہیں ......اور وہ کہ جب ان پر زیادتی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں۔ اور بدی کا بدلہ اس کی مثل سزا ہے۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور اصلاح کرے اور اس کا اجر اللہ پر ہے۔۔ اور جو کوئی صبر کرے اور معاف کرے تو یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (۴۲:۳۷۔۴۳)۔ اس میں بھی اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ غصہ کی صورت میں کوئی زیادتی یا برائی ردعمل کی صورت میں نہ ہونا چاہیے۔ زیادہ تر یہ ہونا چاہیے کہ برائی کے مقابل میں اسی قدر برائی کی جائے لیکن معاف کرنے کو تین مرتبہ دہرایا گیا ہے جس سے غصہ کا ازالہ ہو سکے۔ جس عربی لفظ کا ترجمہ اصلاح کیا گیا ہے کئی تراجم میں اس کا ترجمہ ''مصالحت کرنا''، ''چیزوں کو درست کرنا''، ''صلح کرنا'' یا ''آپس میں صلح صفائی کرنا'' بھی کیا گیا ہے۔

نفرت سے بلند ہو کر انصاف کرنے کے متعلق قرآن مجید مسلمانوں کو نصیحت فرماتا ہے:

''اور کسی قوم کی دشمنی کہ انہوں نے تم کو حرمت والی مسجد سے روکا تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم زیادتی کرو۔'' (۵:۲)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے لیے کھڑے ہونے والے، انصاف کی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ اور انصاف کرو یہ تقویٰ سے قریب تر ہے اور اللہ کا تقویٰ کرو۔ اللہ اس سے خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔'' (۵:۸)

دوسروں کے خلاف نفرت اور غصے کی جذبات کی جائز وجوہات ہوسکتی ہیں اور یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے۔ لیکن ان آیات میں اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ اس قسم کے جذبات سے مغلوب ہو کر مسلمانوں کو زیادتی یا اخلاقی اور قانونی حدود سے تجاوز کر کے کوئی حرکت کرنے کی قطعاً اجازت نہیں۔ نہ صرف یہ کہ ایک مسلمان نفرت کی بناء پر برائی اور زیادتی کے کام کرے بلکہ اس سے اسے رکنا اور پرہیز کرنا چاہیے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر اسے حق وانصاف کے سلوک کی سختی سے پابندی کرنی چاہیے۔ ان آیات میں ان باتوں پر زور دیا گیا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے بنیادی فرض قرار دیا گیا ہے۔

حدیث میں غصہ کے بارے میں ہدایات

حدیث کی تمام مستند کتابوں میں رسول اکرم صلعم کے کثرت سے ایسے قول موجود ہیں جن میں غصے کی بنا پر کسی قوم کے خلاف قدم اٹھانے کے خلاف تنبیہہ کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر:

۱۔ ''ایک شخص نے نبی کریم صلعم سے کہا: مجھے کچھ نصیحت فرمائیں۔ رسول اکرم صلعم نے فرمایا: کہ غصے میں یا غضبناک ہونے سے پرہیز کرو۔ اس شخص نے یہ بات بار بار پوچھی اور رسول اکرم صلعم نے ہر بار اس کا یہی جواب دیا کہ غصے میں نہ آؤ اور غضبناک نہ ہو جاؤ۔ (بخاری: انگریزی ترجمہ محسن خان ۸:۷۳:۱۳۷ ''اچھی عادات'')۔

۲۔ ''ایک جج کو دو شخصوں کے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔'' (بخاری ''فیصلہ جات'' انگریزی ترجمہ محسن خان ۹:۸۹:۲۷۲)۔

۳۔ ''وہ شخص طاقتور نہیں جو اچھی کشتی لڑ سکتا ہے بلکہ طاقتور وہ ہے جو جب غصہ آئے تو اس پر قابو پالے۔''
(صحیح بخاری ''کتاب البر'' ترجمہ عبدالحمید صدیقی کتاب ۳۲، باب ۲۸ حدیث ۶۳۱۳)

۴۔ ''غصہ شیطان سے ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ صرف پانی ہی آگ کو بجھا سکتا ہے۔ پس جب کسی کو غصہ آئے تو اس کو پانی سے وضو کر لینا چاہیے۔''
(مشکوۃ المصابیح، کتاب: ''اچھی عادات''۔ باب: غصہ اور تکبر۔ ابوداؤد)

۵۔ ''ایسا شخص جو غصے کو روک لیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی سزا کو روک دے گا'' (مشکوۃ المصابیح۔ کتاب: ''اچھی عادات'' باب: غصہ اور تکبر۔ روایت از بیہقی)۔

۶۔ جنگ کے بارے میں رسول اکرم صلعم کے مختلف اقوال میں سے ذیل کا ایک قول ہے:

''ایک شخص نبی کریم صلعم کے پاس آیا اور پوچھا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی راہ میں کونسی لڑائی ہے؟ کیوں کہ بعض اوقات ہم غصے اور طیش کی بنا پر لڑائی کرتے ہیں اور کچھ لڑائیاں ہم تکبر اور فخر کی بنا پر کرتے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے کلام کی خاطر لڑائی کرے وہ لڑائی میں سے اعلیٰ لڑائی ہے۔ (بخاری۔ کتاب: العلم ترجمہ محسن خان ۱:۳:۱۲۵)

پس غصے یا طیش میں آ کر لڑائی کرنا اللہ کی راہ میں جہاد نہیں ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ لڑائی صرف اللہ کی راہ میں صرف دفاع کی خاطر کرنا ہی ہے اس لیے جو جنگ اللہ کے کلام کی بقا کی خاطر کی جائے اور مقصد یہ ہو کہ حملہ کرنے والے کو پسپا کیا جائے اور ایسے دشمن کے خلاف کیا جائے جو تشدد کی نیت سے اسلام اور مسلمانوں کو برباد کرنا چاہے اور جو دوسرے مقاصد سے بلند تر صرف اسلام کی خاطر کی جائے۔

جنگ بائیبل کی روشنی میں

گذشتہ ابواب میں اسلامی تعلیمات کو پیش کیا گیا ہے تا کہ اسلام کے خلاف اعتراضات اور غلط بیانات اور خلاف واقعہ باتوں کی تصحیح کی جائے۔ یہاں اب بائیبل سے جنگ کے متعلق چند حوالوں کا ذکر کیا جائے گا تا کہ جنگ کے متعلق اسلام کے مغربی ناقدین سوچیں کہ کیوں ان میں سے اکثر اس کو اپنا نازل شدہ صحیفہ مانتے ہیں۔ وہ لوگ بھی جو اس کے مستند ہونے کو تسلیم تو نہیں کرتے لیکن پھر بھی ان کے نزدیک اس کی کافی اہمیت ہے اور یہودی، عیسائی اور مغربی تہذیب میں دوسری کتب کے مقابلہ میں اس کی

اہمیت کسی طرح کم نہیں ہے۔

بائبل میں جنگ کا خدا

حضرت موسیٰؑ اور اسرائیلی لوگ یہ حمد یہ نعت گاتے رہے:

''میں خداوند کی ثنا گاؤں گا کیوں کہ وہ جلال کے ساتھ فتحمند ہوا...... خداوند میرا زور اور راگ ہے ...... خداوند صاحبِ جنگ ہے یہوواہ اس کا نام ہے'' (خروج ۱۵:۱۔۳)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنگجو ہونا خدا کی بڑی صفات میں سے ہے اور اس صفت کا درجہ اس کے نام کے بعد آتا ہے۔ اگر ایسے الفاظ مثلاً خدا بطور ''ایک جنگجو'' کے قرآن مجید میں آئے ہوتے تو ہمارے معترضین نے ان الفاظ کو بار بار دہرایا ہوتا۔ بائبل میں اس وعدے کو بار بار بیان کیا گیا ہے کہ خدا اس کے ماننے والوں کے لیے لڑائی کرتا ہے:

''تم ان سے نہ ڈرنا کیوں کہ خداوند تمہارا خدا تمہاری طرف سے آپ جنگ کر رہا ہے'' (استثناء ۳:۲۲)۔

''اے اسرائیل! سنو۔ آج کے دن اپنے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے معرکہ جنگ میں آئے ہو سو تمہارا دل ہراساں نہ ہو۔ تم نہ خوف کرو نہ کانپو۔ نہ ان سے دہشت کھاؤ۔ کیوں کہ خداوند تمہارا خدا تمہارے ساتھ چلتا ہے تاکہ تم کو بچائے۔ کہو تمہاری طرف سے تمہارے دشمنوں سے جنگ کرے'' (استثناء ۲۰:۳،۴)

''تمہارا ایک ایک مرد ہزار کو رگیدیگا کیوں کہ خداوند تمہارا خدا تمہارے لیے لڑتا ہے جیسا اس نے تم سے کہا'' (یشوع ۲۳:۱۰)

بائبل میں جنگ کا قانون

بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مغلوب شدہ دشمن سے کیا سلوک کیا جائے، اس کے متعلق ذیل کا حکم دیا ہے:

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا۔ اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے تو وہاں سب باشندے تیرے بنکر تیری خدمت کریں۔ اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کریں بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تو اس کا محاصرہ کرنا۔ اور جب خدا وند تیرا خدا اسے تیرے قبضہ میں کردے تو وہاں پر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا۔ لیکن عورتوں اور بال بچوں اور چوپایوں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو دشمنوں کی اس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا۔ ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دور ہیں اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں ۔ پر ان قوموں کے شہروں میں جن کو خدا وند تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا۔ بلکہ تو ان کو یعنی حتّی اور اموری اور کنعانی اور فرزّی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔'' (استثنا ۲۰:۱۰۔۱۷)

انگریزی ترجمہ میں ''ذی نفس'' کی بجائے ''جو کوئی سانس لیتا ہو'' لکھا ہے۔ مندرجہ بالا حوالہ میں ''جو شہر تم سے بہت دور ہوں'' اور اطاعت قبول نہ کرے بلکہ لڑائی کرے۔ تو اس کی شکست کے بعد دشمن کے تمام لوگوں کو قتل کر دینا چاہیے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لینا چاہیے۔ لیکن ان شہروں کو جو تم کو وراثت کے طور پر ملیں ان کے لیے سزا اس سے بھی سخت ہے اور ہر کوئی جو ''سانس لیتا'' ہو اس کو مار دینا چاہیے۔

بائبل میں جنگ میں طریق کار کی مثالیں:

مدیانیوں کے خلاف اسرائیلیوں کی جنگ کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے:

''تب موسیٰ نے لوگوں سے کہا: اپنے میں سے جنگ کے لیے آدمیوں کو مسلح کرو تاکہ وہ مدیانیوں پر حملہ کریں اور مدیانیوں سے خداوند کا انتقام لیں...... یوں موسیٰ نے ہر قبیلہ سے ایک ہزار آدمیوں کو جنگ کے لیے بھیجا۔۔۔۔ اور جیسا خداوند نے موسیٰ کو حکم دیا تھا اس کے مطابق انہوں نے مدیانیوں سے جنگ کی اور سب مردوں کو قتل کیا...... اور بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں اور ان کے بچوں کو اسیر کیا اور ان کے چوپائے اور بھیڑ بکریاں اور مال واسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کی سکونت گاہوں کے سب شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کی چھاؤنیوں کو آگ سے پھونک دیا اور انہوں نے سارا مال غنیمت اور سب اسیر کیا انسان اور کیا حیوان ساتھ لیے۔'' (گنتی ۳۱:۳،۶۔۱۱)

لیکن جب وہ قیدیوں اور لوٹ مار کے مال کو واپس لائے حضرت موسیٰؑ ان سے ناخوش ہوئے کہ انہوں نے عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا اور زندہ رہنے دیا: ''اور موسیٰ ان فوجی سرداروں پر جو ہزاروں اور سینکڑوں کے سردار تھے اور جنگ سے لوٹے تھے جھلایا: اور ان سے کہنے لگا تم نے سب عورتیں جیتی بچا رکھی ہیں؟...... اس لیے ان بچوں میں جتنے لڑکے ہیں سب کو مار ڈالو اور جتنی عورتیں مرد کا منہ دیکھ چکی

ہیں ان کو قتل کر ڈالو لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اور اچھوتی ہیں اپنے لیے زندہ رکھو'' (گنتی ۳۱:۱۴،۱۵،۱۷)

یشوع کی انجیل نے کئی ایسے واقعات درج کیے ہیں جن میں اس معروف جرنیل کی سرکردگی میں اسرائیلی فوج نے مختلف شہروں کے رہنے والوں کو قتل کر دیا جن پر وہ قابض ہوا۔ دیواروں کے گر جانے کے مشہور واقعہ کے بعد یشوع کی فوج نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے:

''اور انہوں نے ان سب کو جو شہروں میں تھے کیا مرد اور کیا عورت کیا جوان اور کیا بوڑھے کیا بیل کیا بھیڑ کیا گدھے سب کو تلوار کی دھار سے نیست و نابود کر دیا۔'' (یشوع ۶:۲۱)

جریکو کے بعد عی کا ذکر یوں بیان ہوا ہے:

''اور وہ عی کے بادشاہ کو زندہ گرفتار کر کے یشوع کے پاس لائے۔اور جب اسرائیلی عی کے سب باشندوں کو میدان میں اس بیابان کے درمیان جہاں انہوں نے اس کا پیچھا کیا تھا قتل کر چکے اور وہ سب تلوار سے مارے گئے یہاں تک کہ بالکل فنا ہو گئے۔تو سب اسرائیلی عی کو پھرے اور اسے تہ تیغ کر دیا۔چنانچہ وہ جو اس دن مارے گئے مرد اور عورت مل کر بارہ ہزار یعنی عی کے سب لوگ تھے۔کیوں کہ یشوع نے اپنا ہاتھ جس سے وہ برچھے کو بڑھائے ہوئے تھا نہیں کھینچا جب تک کہ اس نے عی کے سب رہنے والوں کو بالکل ہلاک نہ کر ڈالا۔ اور اسرائیلیوں نے خداوند کے حکم کے مطابق جو اس نے یشوع کو دیا تھا اپنے لیے فقط شہر کے چوپائیوں اور مال غنیمت کو لوٹ میں لیا۔پس یشوع نے عی جلا کر ہمیشہ کے لیے اسے ایک ڈھیر اور ویرانا بنا دیا جو آج کے دن تک ہے''۔(یشوع ۸:۲۴۔۲۸)

یشوع باب ۱۰ آیات ۲۸ تا ۳۹ میں ان شہروں کی فہرست دی گئی ہے جو یشوع نے ایک ایک کر کے فتح کیے اور ان میں سے ہر ایک شہر کو جس بری طرح برباد کیا گیا ان کے لیے تقریباً ذیل کے الفاظ ہی استعمال ہوئے: ''تمام وہ لوگ جو ان میں تھے ان میں سے ایک کو زندہ نہ رہنے دیا'' (آیت ۲۸)۔''اور تمام لوگوں کو جو ان میں تھے مکمل برباد کر دیا گیا اور کوئی بھی زندہ نہ بچا'' (آیت ۳۹)۔آخر میں یہ بیان کیا گیا:

''سو یشوع نے سارے ملک کو یعنی کوہستانی ملک اور جنوبی قطعہ اور نشیب کی زمین اور ڈھلانوں اور وہاں کے سب بادشاہوں کو مارا۔اس نے ایک کو بھی جیتا نہ چھوڑا بلکہ وہاں کے ہر متنفس کو جیسا خداوند اسرائیل کے خدا نے حکم کیا تھا بالکل ہلاک کر ڈالا'' (یشوع ۱۰:۴۰)۔

یشوع باب ۱۱ میں دیگر شہروں کے متعلق یہ لکھا گیا ہے:

''اور ان شہروں کے تمام مال غنیمت اور چوپایوں کو بنی اسرائیلی نے اپنے واسطے لوٹ میں لے لیا لیکن ہر ایک آدمی کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ یہاں تک کہ ان کو نابود کر دیا اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑا۔جیسا خداوند نے اپنے بندے موسیٰ کو حکم دیا تھا ویسا ہی موسیٰ نے یشوع کو حکم دیا اور یشوع نے ویسا ہی کیا اور جو جو حکم خداوند نے موسیٰ کو دیا تھا ان میں سے کسی کو اُس نے بغیر پورا کیے نہ چھوڑا''۔(یشوع ۱۱:۱۴،۱۵)

لکھا ہے کہ یہ تمام قتل اللہ کے حکم سے کیا گیا۔نبی سموئیل نے ساؤل سے کہا جسے اسرائیل کا بادشاہ مقرر کیا گیا:

''اور سموئیل نے ساؤل سے کہا کہ خداوند نے مجھے بھیجا ہے کہ میں تجھے مسح کروں تا کہ تو اس کی قوم اسرائیل کا بادشاہ ہو۔سو اب تو خداوند کی باتیں سن ......سو اب تُو جا اور عمالیق کو مار اور جو کچھ ان کا ہے سب کو بالکل نابود کر دے اور ان پر رحم مت کر بلکہ مرد اور عورت ۔ننھے بچے اور شیر خوار۔گائے بیل اور بھیڑ بکریاں۔اونٹ اور گدھے سب کو قتل کر ڈال''۔(اسموئیل ۱۵:۱،۳)

داؤد بادشاہ کے متعلق یہ لکھا گیا ہے:

''اور داؤد نے اس سرزمین کو تباہ کر ڈالا اور عورت مرد کسی کو جیتا نہیں چھوڑا اور ان کی بھیڑ بکریاں اور بیل اور گدھے اور اونٹ اور کپڑے لے کر لوٹا اور اکیس کے پاس گیا۔'' (اسموئیل ۲۷:۹)

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق بیان

''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں۔'' (متی ۱۰:۳۴)

''میں زمین پر آگ بھڑکانے آیا ہوں اور اگر لگ چکی ہے تو میں کیا ہی خوش ہوتا!......کیا تم گمان کرتے ہو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں؟ میں تم سے کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ جدائی کرانے۔'' (لوقا ۱۲:۴۹،۵۱)۔

اس میں شک نہیں کہ ان باتوں کی مختلف تاویل بھی کی جا سکتی ہے بجائے اس کے اس کو جنگ کی دھمکی سمجھا جائے۔لیکن اگر یہ الفاظ قرآن مجید میں ہوتے تو اسلام کے معترضین غالب امکان ہے ان الفاظ کو پکڑ لیتے اور ان سے اسلامی تعلیمات کے جنگی عزائم کا ثبوت

پیش کرتے۔

سمسون کی کہانی کی ۱۱ ستمبر کے واقعہ سے مماثلت

سمسون کی کہانی جو اسرائیلیوں کا ایک انتہائی طاقتور ہیرو تھا اس کا بیان قضاۃ کی انجیل میں باب ۱۳ تا ۱۶ میں درج ہے اور کافی مشہور ہے۔ خاص طور پر ۱۹۴۹ میں بنائی گئی ہالی وڈ کی فلم سمسن اینڈ ڈیلایلا جس کو بین الاقوامی ایوارڈ بھی دیا گیا تھا۔ بائبل کے مطابق جس کی وجہ سے سمسن نے فلستینیوں کے مقابلہ میں کئی حیران کن قوت کے کام دکھائے جو کہ اسرائیلیوں کے مخالف تھے جبکہ خداوند کی روح قوت سے اس پر نازل ہوئی۔ (قضاۃ ۱۴: ۶ و ۱۹ و ۱۵: ۱۴) یعنی وہ طاقت کا یہ سب مظاہرہ خدا کی مدد اور اس کی نازل کردہ قوت کی وجہ سے کر رہا تھا۔ آخر کار اس کو فلستینیوں نے پکڑ لیا۔ انہوں نے اس کو اندھا کر دیا اور قید کر دیا اور لوگوں کو خوش کرنے کے لیے اس سے تماشے کرواتے۔ سمسون کی کہانی کا آخر اس طرح پر بیان ہوا ہے:

''اور فلستینیوں کے سردار اکٹھے ہوئے تا کہ اپنے دیوتا دجون کے لیے بڑی قربانی گذاریں اور خوشی کریں کیونکہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا نے ہمارے دشمن سمسون کو ہمارے ہاتھ میں کر دیا ہے۔ اور جب لوگ اس کو دیکھتے تو اپنے دیوتا کی تعریف کرتے اور کہتے تھے کہ ہمارے دیوتا نے ہمارے دشمن اور ہمارے ملک کو اجاڑنے والے کو جس نے ہم میں سے بہتوں کو ہلاک کیا، ہمارے ہاتھ میں کر دیا ہے۔ اور ایسا ہوا کہ جب ان کے دل نہایت شاد ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ سمسون کو بلاؤ کہ ہمارے لیے کوئی کھیل کرے۔ سو انہوں نے سمسون کو قید خانہ سے بلوایا اور وہ ان کے لئے کھیل کرنے لگا اور انہوں نے اس کو دو ستونوں کے بیچ کھڑا کیا۔ تب سمسون نے اس لڑکے سے جو اس کا ہاتھ پکڑے تھا کہا مجھے ان ستونوں کو جن پر یہ گھر قائم ہے تھامنے دے تا کہ میں ان پر ٹیک لگاؤں۔ اور وہ گھر مردوں اور عورتوں سے بھرا تھا اور فلستیوں کے سب سردار وہیں تھے اور چھت پر تقریباً تین ہزار مرد و زن تھے، جو سمسون کے کھیل دیکھ رہے تھے۔ تب سمسون نے خداوند سے فریاد کی اور کہا: اے مالک خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ مجھے یاد کر اور میں تیری منت کرتا ہوں۔ اے خدا فقط اس دفعہ اور تُو مجھے زور بخش تا کہ میں یکبارگی فلستیوں سے اپنی دونوں آنکھوں کا بدلہ لوں۔ اور سمسون نے دونوں درمیانی ستونوں کو جن پر گھر قائم تھا پکڑ کر ایک پر داہنے ہاتھ اور دوسرے پر بائیں سے زور لگایا اور سمسون کہنے لگا کہ فلستیوں کے ساتھ مجھے بھی مرنا ہی ہے۔ سو وہ اپنے سارے زور سے جھکا اور وہ گھر ان سرداروں اور سب لوگوں پر جو اس میں تھے گر پڑا۔ پس وہ مردے جن کو اس نے اپنے مرتے دم مارا ان سے بھی زیادہ تھے جن کو اس نے جیتے جی قتل کیا'' (قضاۃ ۱۶: ۲۳۔۳۰)۔

یہ واقعہ آج کل کے خودکش حملہ سے مماثلت رکھتا ہے خاص طور پر اس سخت تباہی کے جو ۱۱ ستمبر ۲۰۰۷ میں ٹون ٹاور کے گرنے سے نیویارک میں ہوئی۔ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق سمسن نے ایک عظیم الشان عمارت کو گرا دیا تا کہ تمام لوگوں کو اس کے نیچے پیس ڈالے اور مار ڈالے جو اس میں موجود تھے یا اس کے اردگرد کھڑے تھے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ایسے کرنے سے خود بھی موت سے ہمکنار ہوگا۔ اس نے یہ کام خدا کے نام کی خاطر کیا یہ یقین رکھتے ہوئے کہ خدا اس کو ایسا کرنے کی قوت دے رہا ہے۔ حتیٰ کہ اس میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد تقریباً ۳۰۰۰ تھی اور ۱۱ ستمبر کو بھی تقریباً ۳۰۰۰ لوگ اس واقعہ میں مارے گئے۔ اور اگر دیکھا جائے تو سمسن کے زمانے میں وہاں کی تھوڑی آبادی کے لحاظ سے مرنے والوں کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ ہے۔ اسی قسم کی حرکت کچھ بے راہ مسلمان اگر آج کرتے ہیں اور وہ بھی کسی اور مذہب کی عبادت گاہ کے متعلق تو اس کو واقعتاً نفرت کی نظر سے دیکھا جائے گا اور اس کی سخت مذمت کی جائے گی۔ یہ ایک غیر اسلامی اور غیر انسانی فعل ہوگا۔ لیکن دوسری طرف سمسون بائبل کا ہیرو ہے اور یشوع کی انجیل کے مطابق ایک عادل منصف جس کی کہانی کو مغرب میں لاکھوں آدمیوں نے نہایت ہمدردی اور دکھ کے جذبات سے دیکھا اور اس کے کارنامہ کو ''آسکر ایوارڈ'' دیا گیا۔

اس باب کا مقصد یہ نہیں کہ بائبل کی باتوں یا تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کیا جائے جو یہودیوں اور عیسائیوں کے نزدیک نازل شدہ کتاب ہے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم اسلام کے ناقدین کو سوچنے پر مجبور کریں کہ اپنی مذہبی روایات پر غور کریں اور اسی قسم کے واقعات سے ایسے مواد کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کریں جس سے لوگوں کو یہ تاثر ہو کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو جنگ اور تشدد کی تعلیم دیتا ہے۔

○○

مختصر رپورٹ

سالانہ دعائیہ کے موقع پر خواتین کا خصوصی اجلاس

سردست مقررین خواتین کے نام اور ان کے عنوانات درج کئے جا رہے ہیں۔ آئندہ کسی شمارے میں تفصیلی رپورٹ پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ خراب حالات کی وجہ سے بیرونی ممالک سے چند ہی خواتین نے سالانہ دعائیہ میں شرکت کی۔ امریکہ، انگلستان، کینیڈا کے علاوہ سرینگر کشمیر سے بیگم ڈاکٹر خورشید عالم ترین اور امریکہ سے بیگم اکبر عبد اللہ نے بطور خاص اس اجلاس میں شرکت کی۔

دستکاری کے سٹال خدا کے فضل و کرم سے رنگ برنگے اور دیدہ زیب دستکاری سے سجے ہوئے تھے۔ سٹالوں کو بیگم بشریٰ علوی صاحبہ، بیگم ہما خالد صاحبہ اور دیگر خواتین نے کافی محنت اور دلچسپی سے ان کو ترتیب دیا اور ان پر لگی ہوئی چیزوں کو فروخت کیا اور عطیہ جات بھی اکٹھے کئے۔ اس سال خواتین کی طرف سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار (1,60,000/-) روپے کی رقم فروخت اور عطیہ جات سے اکٹھی ہوئی۔ دستکاری کے لئے اشیاء مہیا کرنے میں لاہور، راولپنڈی اور کراچی کی خواتین کے عطیہ جات سب سے زیادہ تھے۔ ان کے علاوہ سیالکوٹ، ملتان، اوکاڑہ، بنوں اور سرینگر کی خواتین کی اشیاء خوبصورتی اور ورائٹی کے لحاظ سے کسی طرح کم نہ تھیں۔ 26 دسمبر کی رات کو تمام جماعتوں کی نمائندہ خواتین کو مرکزی تنظیم خواتین احمدیہ، لاہور نے جامع دارالسلام کے نیچے کانفرنس ہال میں ایک عشائیہ کا اہتمام کیا۔ جس میں مختلف جماعتوں کے نمائندوں کی طرف سے تجاویز پیش کی گئیں اور ان پر مختصر گفتگو بھی ہوئی۔

مقرر خواتین کے نام اور ان کے عنوانات

۱۔ تلاوت قرآن پاک : بیگم طاہرہ وسیم صاحبہ۔ ''سورۃ البقرہ کا آخری رکوع''۔

۲۔ استقبالیہ خطاب: بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ۔ ''مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ سالانہ دعائیہ کی اہمیت بیان کی اور دوران سال وفات پانے والی بہنوں کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔''

۳۔ ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ: بیگم شمسہ جاوید صاحبہ۔ ''جلسہ سالانہ کی اہمیت اور دعائیہ کا مقصد اور شامل ہونے والوں کے لئے حضرت اقدس کی دعائیں''۔

۴۔ منظوم کلام: بیگم وجیہہ فرحان صاحبہ۔ ''جمال و حسن قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے''۔

۵۔ تقریر: بیگم سارہ شفیق صاحبہ (راولپنڈی)۔ ''کسرِ صلیب حقائق کی روشنی میں''۔

۶۔ تقریر: بیگم سعدیہ فیاض صاحبہ (اوکاڑہ)۔ ''جہاد کی اہمیت''۔

۷۔ منظوم کلام: بیگم مدیحہ احمد۔ ''ہمیں یارو فروغ نورِ ایماں کی ضرورت ہے''۔

۸۔ تقریر: بیگم شفق عمر صاحبہ (کراچی)۔ ''جماعت بندی کی اہمیت اور برکات''۔

۹۔ تقریر: بیگم نصرت مبارک احمد صاحبہ (ملتان)۔ ''جہاد کا صحیح مفہوم''۔

۱۰۔ منظوم کلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ: رشیدہ ظفر صاحبہ (سیالکوٹ)۔ ''خدا کے پاک بندوں کو خدا سے نصرت ملتی ہے''۔

۱۱۔ تقریر: بیگم نگینہ عامر صاحبہ (وزیرآباد)۔ ''زندگی عمل سے عبارت ہے''۔

۱۲۔ تقریر: بیگم پروین اکبر عبد اللہ صاحبہ (امریکہ)۔ ''چند تاثرات''۔

۱۳۔ تقریر: بیگم فائزہ عرفان علی صاحبہ (لاہور)۔ ''علم کی طاقت''۔

۱۴۔ تقریر: بیگم ثمینہ ملک صاحبہ (امریکہ)۔ ''تبلیغی سرگرمیاں اور قرآن مجید کا ہندی ترجمہ''۔

۱۵۔ تقریر: بیگم جسارت نذرِ رب صاحبہ (لاہور)۔ ''علم الکلام حضرت بانی سلسلہ احمدیہ''۔

۱۶۔ تقریر: بیگم فرحت آصف صاحبہ (سیالکوٹ)۔ ''حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے اصلاحی کارنامے''۔

۱۷۔ تقریر اور دعا: بیگم زبیدہ محمد احمد صاحبہ (لاہور) ''خطبہ جمعہ کی فضیلت''۔

بچیوں کے لئے خصوصی نشست۔

اس میں چھوٹی عمر کی بچیوں نے تقاریر اور سوال و جواب کے پروگرام میں حصہ لیا۔ تقاریر کا موضوع تھا ''اچھے احمدی کی خصوصیات''۔

سٹیج سیکرٹری کے فرائض : ثوبیہ غفور احمد صاحبہ، آمنہ سعید صاحبہ اور طیبہ انوار احمد صاحبہ نے سرانجام دیئے۔

سرگرمیوں کا مختصر خاکہ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

از: ہارون جاوید (سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور)

دعائیہ کے دوران 24 گھنٹے استقبالیہ پر ڈیوٹی دیتے رہے۔ مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور رضا کار نوجوانوں نے انہیں ان کی رہائش گاہ تک پہنچایا۔ سخت سردی اور حالیہ خراب حالات کے باوجود شبان الاحمدیہ نے کوشش کی کہ لوگوں کو تحفظ کا احساس دلایا جائے اور ان کی رہائش کے دوران ان کو ہر ممکن طریق پر آرام پہنچایا جائے ۔ باجماعت نمازوں اور دعائیہ کے اجلاسوں کے دوران شبان کے رضا کاروں نے مسجد اور کالونی کی نگرانی کی تا کہ کسی قسم کا کوئی نا خوش گوار واقع نہ ہونے پائے ۔ اللہ کے فضل و کرم اور شبان کی محنت سے دعائیہ بخیر و خوبی انعقاد پذیر رہا۔

25 دسمبر 2009ء محترم عامر عزیز الازہری جنرل سیکرٹری مرکزی انجمن کی سالانہ رپورٹ کے بعد شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور کو سالانہ کیلنڈر کا تعارف پیش کرنے کے لئے موقع دیا گیا۔ یہ تعارف برادرم محی الدین صاحب، امام مسجد احمدیہ، وزیر آباد نے پیش کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف: کیلنڈر شبان الاحمدیہ مرکزیہ
برائے سال 2010ء
جس کی نقاب کشائی حضرت امیر ایدہ اللہ نے 25 دسمبر 2009ء کو فرمائی۔

نہایت معزز اور قابل احترام حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب، ایدہ اللہ تعالیٰ،
معزز خواتین و حضرات اور میرے عزیز نوجوان ساتھیو:
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
اللہ تعالیٰ آپ سب پر سلامتی اور رحمتیں نازل فرمائے۔

اللہ کے فضل وکرم سے سالانہ دعائیہ شروع ہو چکا ہے ۔ شبان الاحمدیہ مرکزیہ اس دعائیہ میں حتی المقدور اپنی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔ اس سال کے دوران میں معمول کے اجلاسوں اور تقریبات کے علاوہ ہم نے مختلف جماعتوں کے دورے کئے جہاں کے نوجوانوں اور بزرگوں سے مل کر ہماری حوصلہ افزائی ہوئی اور رابطوں میں اضافہ ہوا۔ آئندہ سال ان دوروں کی وجہ سے شبان زیادہ فعال طریق پر اپنی سرگرمیوں کو منظم کر سکیں گے۔

آپ سب کو معلوم ہے کہ گذشتہ کئی سالوں سے شبان کیلنڈر شائع کر رہی ہے۔ جن میں تحریک احمدیہ لاہور کے بانی بزرگوں ، سربراہوں اور ممتاز مبلغین کی تصاویر اور ان کی مختصر سوانح حیات شائع ہوتی رہی ہیں۔ موجودہ سال کے رنگین کیلنڈر میں سرینام کے مولوی شیخ احمد علی صاحب مرحوم، ہالینڈ کے الحاج مولانا عبدالرحیم جگو صاحب مرحوم، لاہور کے حضرت مولانا محمد یعقوب خان صاحب مرحوم، انگلستان کے مولانا شیخ محمد طفیل صاحب مرحوم اور برلن مسجد کے سابق امام مولانا محمد یحییٰ بٹ صاحب مرحوم کی تصاویر اور مختصر سوانح حیات درج کی گئی ہیں۔

1965ء میں تحریک احمدیہ لاہور کی گولڈن جوبلی کے موقع پر ان اللہ معنا یعنی ''اللہ ہمارے ساتھ ہے'' کو بطور ''موٹو'' اپنایا گیا تھا۔ یہ سورۃ توبہ کی آیت 40 کا ایک ٹکڑہ ہے۔ یہ آیت اس نازک وقت پر نازل ہوئی تھی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار ثور میں مکہ سے مدینہ ہجرت کرتے ہوئے قریش مکہ سے بچنے کی خاطر چھپے ہوئے تھے اور دشمن تلاش کرتا ہوا غار کے منہ پر کھڑا تھا۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گھبراہٹ کو دور کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔ پوری آیت اور اس کا ترجمہ یہ ہے:

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۔ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔

ترجمہ: ''جب اس کو ان لوگوں نے جو کافر تھے نکال دیا (اس حال میں کہ) وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اس نے اپنے رفیق کو کہا غمگین نہ ہو ''اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ سو اللہ نے اپنی تسکین اس پر اتاری اور اس کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نہ دیکھتے تھے۔'' (۹:۴۰)

بانی سلسلہ احمدیہ کو بھی ایسی صورت حال میں جبکہ مخالفت نے شدت اختیار کر لی تھی ان کی تسلی اور ڈھارس کے لئے یہی الفاظ اللہ تعالیٰ نے الہاماً نازل فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے شبان کا ''موٹو'' آج ملکی اور غیر ملکی تمام جماعتوں اور افراد نے اس کو

اپنالیا ہے اور اب یہ "موٹو" تحریک احمدیہ لاہور کی خصوصی علامت بن چکا ہے۔

موجودہ سال کے کیلنڈر میں ہم نے اسلام کے پیغام کے حوالے سے ایک فقرہ بطور "موٹو" کے اپنایا ہے جس کی ابتداء مولانا شیخ محمد طفیل صاحب مرحوم نے بہت پہلے ٹرینیڈاڈ میں کی تھی۔ لیکن اس کو بطور ایک مستقل "موٹو" کے لاہور احمدیہ مشن، لندن نے جولائی 2009ء میں بانی سلسلہ احمدیہ کی صد سالہ برسی کے موقع پر اپنایا تھا۔ اس میں انگریزی زبان میں اسلام کے حروف پر مبنی فقرہ (I Shall Love All Mankind) یعنی **مجھے ساری انسانیت سے پیار ہے**، کو اپنایا گیا تھا۔ یہ فقرہ تحریک احمدیہ لاہور کے اسلام کے بارے میں صحیح اور آفاقی تصور کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ آج جبکہ اسلام کا لفظ شدت پسند گروہوں کی ہولناک حرکتوں کی وجہ سے قتل و غارت کی علامت بن رہا ہے۔ تحریک احمدیہ لاہور کا یہ محبت اور رواداری سے بھرپور پیغام اس کے اسلام کو موثر انداز میں پیش کرنے کی کوششوں میں ایک اور اہم قدم ہوگا۔

اس کیلنڈر میں ہم نے ہر ایک کے متعلق زیادہ سے زیادہ مواد سمونے کی کوشش کی ہے اور اسے رنگین بھی بنایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ کیلنڈر شبان کے گذشتہ کیلنڈروں میں ایک خوبصورت اضافہ ثابت ہوگا۔

ہمیں پوری امید ہے کہ آپ سب احباب اور خواتین نہ صرف ہماری اس کاوش کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے بلکہ اس کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اخراجات کے بوجھ کو کم کرنے میں ہماری مدد فرمائیں گے۔

اب میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اس کیلنڈر کی نقاب کشائی فرمائیں۔

سیکرٹری: حامد رحمٰن

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور (25 دسمبر 2009ء)

☆☆☆

ہر سال کی طرح اس سال سالانہ دعائیہ کے موقع پر شبان الاحمدیہ مرکزیہ لاہور نے کوئز اور تقریری مقابلے کا اہتمام کیا اور بچے اور بچیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ یہ بات نہایت خوش آئند ہے کہ ہر سال بچے گذشتہ سال کی نسبت زیادہ عمدہ طریق پر تیاری کرتے ہیں اور ان کی تقریر کا انداز بھی کافی موثر ہوتا جاتا ہے۔

شبان کا یہ خصوصی اجلاس 26 دسمبر 2009ء بعد از نماز عصر منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں شبان اور اطفال کا تقریری مقابلہ اور سوال جواب ہوئے۔

شبان: موضوعات

۱۔ امن کے قیام کے امکانات

۲۔ آخر مسلمان ہی کیوں دہشت گرد کہلاتے ہیں؟

۳۔ اسلام کی نظر میں عورت کا مقام

انعام یافتہ: منیبہ آفتاب اور قرۃ العین آفتاب

مڈل گروپ: موضوعات

۱۔ قرآن مجید کی عظمت

۲۔ سیرت حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اہم پہلو

انعام یافتہ: زینب احمد اور حارثہ عزیز

اطفال: موضوعات

۱۔ احمدی بچوں کی خصوصیات

۲۔ حضرت نبی اکرم صلعم کی بچوں سے شفقت

انعام یافتہ: عالیہ ابرار (اول)، عیشا عزیز اور آمنہ بصیرت (دوم)، ابراہیم سمیع اللہ (سوم)۔

حضرت امیر ایدہ اللہ نے شبان، بچوں اور بچیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انعام پانے والوں کو شیلڈز اور چھوٹے چھوٹے تحائف دیئے۔

گذشتہ سال کے عہدیداران:

صدر: ایاز عزیز (لاہور)

نائب صدر: اویس عامر (وزیر آباد)

جنرل سیکرٹری: حامد رحمٰن (لاہور)

جائنٹ سیکرٹری: عاطف نثار (ملتان)

خازن: طیب آفتاب (لاہور)

ہر سال کی طرح اس خصوصی اجلاس کے بعد شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور کے سالانہ انتخابات ہوئے سال رواں کے شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور کے سیکرٹری صاحب نے کارگذاری کی رپورٹ پیش کی۔ اس کے بعد نئے سال کے لئے ذیل کے عہدہ دار منتخب ہوئے:

صدر: وقاص احمد (لاہور)

نائب صدر: محی الدین (وزیر آباد)

جنرل سیکرٹری: ہارون جاوید (لاہور)

جائنٹ سیکرٹری: حامد رحمٰن (لاہور)

خازن: طیب آفتاب احمد (لاہور)

نئے عہدیداروں نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہوئے نئے عزم سے کام شروع کر دیا ہے حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ عنقریب ایک خاص اجلاس میں حلف وفاداری لیں گے۔ اور ان سے نئے پروگرام کے متعلق منظوری حاصل کرنے کے بعد اس کے مطابق کام شروع کر دیا جائے گا۔ احباب سے گذارش ہے کہ وہ ہماری کارگذاری کے سلسلہ میں حوصلہ افزائی فرماتے رہیں اور گاہے بہ گاہے اپنی تجاویز اور مشوروں سے نوازتے رہیں اور دعا بھی فرمائیں کہ وہ ہمیں اس ذمہ داری کو پوری طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

زندگی عمل سے عبارت ہے

بیگم نگینہ عامر صاحبہ (بی۔اے)

متن تقریر خصوصی اجلاس خواتین بر موقع سالانہ دعائیہ 24 دسمبر 2010، دارالسلام، لاہور

''اور جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، باغوں میں داخل کئے جائیں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے انہیں میں ہمیشہ رہیں گے ان کی دعائے ملاقات سلام ہوگی۔

کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے اچھی بات کی مثال کس طرح بیان کی ہے جیسا ایک پاکیزہ درخت اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں (پھیلی ہوئی) ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر موسم میں دیتا ہے اور لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (ابراہیم ۱۴: ۲۳۔۲۵)

محترم خواتین، معزز مہمانان گرامی اور عزیز بچیو،
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مجھے ''زندگی عمل سے عبارت ہے'' کا موضوع دیا گیا ہے۔ یہ موضوع ہر لحاظ سے اہم ہے کیونکہ دنیاوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کا انحصار ہی نیک عمل پر ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انفرادی، اجتماعی اور اسی طرح سماجی اور سیاسی زندگی کی کامیابی اور اصلاح کا راستہ یہی ہے کہ ایسے عمل کئے جائیں جو نہ صرف انفرادی زندگی کی اصلاح کریں بلکہ معاشرے کے لئے فائدہ مند ہوں۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کی ذیل کی آیت کا ترجمہ سناتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ سورۃ ہود کی آیت نمبر 11 میں فرماتا ہے:

''نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔''

اس آیت کے پہلے حصہ میں جہاں نماز کو انسان کی اصلاح کا ذریعہ بتایا گیا ہے وہاں آیت کے آخری حصہ میں ایک نہایت اعلیٰ قانون کی طرف ہماری توجہ دلائی گئی ہے کہ بدی کا کفارہ نیکی ہے۔ جب انسان نیکی اختیار کرتا ہے تو اس کی بدیاں دور ہوتی جاتی ہیں۔ یعنی بدی کو دبانے والی نیکی کی طاقت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ نیکی اور بدی ایک ہی قویٰ کے اچھے اور برے استعمال کا نام ہے۔

جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے قویٰ کو صحیح موقع پر استعمال کرنا سیکھ لے یا دوسرے الفاظ میں اسے اپنے قویٰ کو صحیح وقت، صحیح موقع اور صحیح طریق پر استعمال کرنے کی قدرت حاصل ہو جائے تو اس کے قویٰ بدی کی بجائے نیکی کی راہ اختیار کریں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی مشہور حدیث ہے کہ میرا شیطان مسلمان ہوگیا ہے۔ اس حدیث میں شیطان سے مراد بدی ہے۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قویٰ پر اتنی قدرت حاصل تھی کہ وہ کبھی بدی کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتے تھے۔ یہاں سے اس بات کی حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ نیکی کی قوت اس قدر زبردست ہے کہ بدی کی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

قرآن مجید میں بار بار ایمان لانے والوں اور نیک اعمال کرنے والوں کو دو جنتوں کی بشارت دی گئی ہے۔ مثلاً سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر 46 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے کا خوف رکھتا ہے اس کے لئے دو جنت ہیں۔'' یہاں اللہ کے خوف سے وہ خوف مراد نہیں جو کسی کے رعب یا کسی خطرہ کے اندیشہ کا خوف ہو بلکہ اس سے مراد گناہوں سے رکنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی فرمانبرداری ہے۔ اور یقیناً ہر ایک شخص جو رضائے الٰہی کے رستوں پر قدم مارتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کی بدی سے بچتا ہے یقیناً وہ اس دنیا میں بھی ایک جنت پالیتا ہے۔ اور یہ جنت بطور ایک نشان کے ہوتی ہے کہ اس کے لئے آخرت میں بھی جنت ہے بالکل اسی طرح جس طرح اس دنیا میں بدی کی سزا آخرت کی سزا کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

قرآن مجید نے نیک اعمال کے ثمرات کے بارے میں کئی رنگ میں ذکر کیا ہے۔ سورۃ رعد کی آیت نمبر 17 میں ایسے افراد یا قوموں کا ذکر ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں زیادہ دیر تک قائم و دائم رکھتا ہے۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے زمین میں ٹھہرا رہتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ مثالیں بیان کرتا ہے۔''

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے خود واضح کر دیا ہے کہ یہاں حق کو بہتے پانی اور باطل کو جھاگ سے مثال دی ہے۔ باطل جھاگ کی طرح پانی کے اوپر ایک وقت تک نظر آتی ہے پھر جلد ختم ہو جاتی ہے۔ اور حق اس پانی کی طرح ہے جو جاری رہتا ہے اور لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔ ایک رنگ میں نیک اعمال ہی معاشرے میں بھلائی اور اصلاح

کا موجب بنتے ہیں اور ایسا معاشرہ لوگوں کے لئے امن وسکون کا ضامن ہوتا ہے۔

پھر ایک اور مقام پر نیک اعمال کو معاشرے میں بگاڑ کو دور کر کے محبت اور ہم آہنگی پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرنے کا بیان موجود ہے اور یہ باہم دشمنیاں ختم کر دیتے ہیں اور معاشرے میں رواداری اور تحمل رواج پاتے ہیں۔

سورۃ حٰم آیت نمبر 34-35 کا ترجمہ سنئے اور آجکل کے شدت پسند مسلمان گروہوں کے رویوں اور طریق کار کا تجزیہ کریں کہ کس حد تک وہ اسلامی تعلیمات کی روح کو سمجھ پائے ہیں اور ان کے اسلام کے نفاذ کے دعووں سے کیا واقعی لوگوں کو فائدہ اور ان کی اصلاح ہو رہی ہے جس کی طرف قرآن مجید مختلف طریق پر ہماری توجہ دلاتا رہتا ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جو اللہ کی طرف بلاتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے اور کہتا ہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں۔ بدی کو اچھے طریق پر دور کر پھر تو دیکھے گا کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا وہ دل سوز دوست ہو جائے گا اور یہ خوبی انہی کو دی جاتی ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ انہی کو دی جاتی ہے جو بڑے نصیب والے ہیں۔''

پھر قرآن مجید نے ان لوگوں کو جو نہ صرف نیک اعمال کرتے ہیں بلکہ اس کی تبلیغ بھی کرتے ہیں ان کو سب سے اچھی جماعت کہا ہے۔ چنانچہ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر 104 میں باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''تم سب سے اچھی جماعت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے وجود میں آئی ہے۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔''

اس اہم کام کی طرف ایک اور پیرائے میں اللہ تعالیٰ نے آلِ عمران کی ہی آیت نمبر 104 میں یوں ارشاد فرمایا ہے:

''اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہوں گے۔''

یہاں اسلام کی تبلیغ میں بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا کے فرائض کو خصوصی طور پر شامل کیا گیا ہے اور ایک مستند روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے اسلام کی تبلیغ کو سب سے بہترین جہاد کہا ہے۔

نیک اعمال کرنے والوں کے لئے اجر اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمتوں کا کچھ ذکر میں نے قرآن مجید کی مختلف آیات کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اب میں قرآن مجید میں سے ہی ایک ایسی آیت پیش کرنا چاہتی ہوں جس میں دنیاوی اور دینی دونوں قسم کی کامیابیوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ اجر اور انعام اجتماعی رنگ میں صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو نیک اعمال کے ساتھ اس کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔ سورۃ نور کی آیت نمبر 55 میں مذکورہ انعامات کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے اس کو مضبوطی سے قائم کرے گا اور وہ ان کے لئے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن کی حالت کر دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔''

اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ اسلام امن اور رواداری کا مذہب ہے۔ لیکن اس کے احکامات پر چلنے والے اور اس کے نفاذ کی خواہش رکھنے والوں کو خود قرآن مجید کی تعلیمات پر غور کرنے اور اس کی روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

تحریک احمدیت نے ان تعلیمات کے متعلق غلط تصورات کی اصلاح کی اور اس کی اصل روح کو اجاگر کرنے کی حتی المقدور کوشش کی ہے اور اس جہاد کو جاری رکھے ہوئے ہے۔

میں نے سورۃ ابراہیم کی جن آیات کی شروع میں تلاوت کی تھی ان میں نیک اعمال کی اہمیت کو پاکیزہ درخت سے مثال دے کر ہماری توجہ دلائی ہے جس کی شاخیں زمین سے آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں یعنی اس کے انعامات کی کوئی انتہا نہیں اور اس کی جڑیں مضبوط ہیں اور جو اپنا پھل ہمیشہ دیتا رہتا ہے۔ یعنی اس کی برکات ہمیشہ جاری رہتی ہیں۔

عنوان میں ''زندگی عمل سے عبارت ہے'' میں عمل کو پوری زندگی پر حاوی ہونے کی طرف واضح اشارہ ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ نیک اعمال زندگی کے ہر پہلو کو نہ صرف خوشگوار بناتے ہیں بلکہ انسان کی موت کے بعد زندگی کو نعمتوں سے نوازتی رہتی ہیں۔ اس بات کو علامہ اقبال نے ایک شعر میں خوب بیان کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم نیک اعمال کرنے کی طرف توجہ دیں اور ان کو اپنی زندگی کا معمول بنانے کی کوشش کریں تاکہ نہ صرف ہماری اپنی زندگی سنور جائے بلکہ ہم معاشرے کے لئے ایک مفید فرد ثابت ہوں۔ اور اپنی اخروی زندگی کو سنوار سکیں۔

اے اللہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما تو ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا اور خوب علم رکھنے والا ہے۔ آمین

جماعت بندی کی اہمیت

پیش کردہ بیگم شفق عمر (بی۔کام) بر موقع خصوصی اجلاس خواتین سالانہ دعائیہ، منعقدہ 24 دسمبر 2010ء دارالسلام، لاہور

میں ’’جماعت بندی کی اہمیت‘‘ کے بارے میں امامِ وقت کے ملفوظات میں سے اقتباس پیش کرتی ہوں۔ ان کی بصیرت افروز تحریر اور جماعت کے متعلق فکر انگیز عبارت سے بہتر میری تحریر کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

’’سورۃ فاتحہ میں سب سے پہلی صفت رب العالمین بیان کی گئی ہے جس میں تمام مخلوقات شامل ہیں۔ اسی طرح پر ایک مومن کی ہمدردی اتنی وسیع ہونا چاہیے کہ تمام چرند پرند اور کل مخلوق اس میں آجاوے۔ پھر دوسری صفت رحمٰن کی بیان کی ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہیے۔ اور پھر رحیم میں اپنی نوع سے یعنی انسانوں سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو حصہ لینا چاہیے۔ اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو دوسرے انسانوں کے ساتھ ہر قسم کی ممکن ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار یا عزیز ہے خواہ کوئی ہو اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے۔ اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پرواکریں جو اس کے تم پر ہیں۔ اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے۔ اور کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔

اعلیٰ اخلاق

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک اپنے اخلاق دکھائے ہیں کہ بعض وقت ایک بیٹے کے لحاظ سے جو سچا مسلمان ہے منافق کا جنازہ پڑھ دیا بلکہ اپنا مبارک کرتہ بھی دے دیا ہے۔ اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے اس کی اصلاح نہیں ہوتی۔ زبان کی بداخلاقیاں دشمنی ڈال دیتی ہیں۔ اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھنا چاہیے۔ دیکھو کوئی شخص ایسے شخص کے ساتھ دشمنی نہیں کرسکتا جس کو وہ اپنا خیرخواہ سمجھتا ہے۔ پھر وہ شخص کیسا بے وقوف ہے جو اپنے نفس پر بھی رحم نہیں کرتا۔ اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے قویٰ سے عمدہ کام نہیں لیتا اور اخلاقی قوتوں کی تربیت نہیں کرتا۔ ہر شخص کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا چاہیے۔ البتہ وہ شخص جو سلسلہ عالیہ یعنی دین اسلام کے متعلق گالیاں نکالتا اور خطرناک دشمنی کرتا ہے۔ اس کا معاملہ اور ہے۔ جیسے صحابہؓ کو مشکلات پیش آئیں اور اسلام کی توہین کرتے ہوئے اپنے بعض رشتہ داروں سے تعلقات توڑنے کو اسلام پر مقدم کرنا پڑا۔ اور جنگوں میں ایسے واقعات پیش آئے جن میں باپ نے بیٹے کو یا بیٹے نے باپ کو قتل کردیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ مراتب کا لحاظ رکھا جاوے۔ اور ممکن حد تک عزت اور احترام کا سلوک کیا جائے۔

ایک شخص ہے جو اسلام کا سخت دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اس سے بیزاری اور نفرت ظاہر کی جاوے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کا ہو کہ وہ اپنے اعمال میں سست ہے تو وہ اس قابل ہے کہ اس کے قصور سے درگزر کی جاوے۔ اور اس سے ان تعلقات پر زد نہ پڑے جو وہ رکھتا ہے۔

جو لوگ ظاہر طور پر سخت ہوگئے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی نہیں کی بلکہ ابوجہل کا سر کٹنے پر سجدہ کیا۔ لیکن جو دوسرے عزیز تھے۔ جیسے امیر حمزہ جن پر ایک وحشی نے حربہ چلایا تھا۔ تو باوجود کہ وہ مسلمان تھا آپ نے فرمایا کہ میری نظر سے دور چلا جا۔ کیونکہ وہ قصہ آپ کو یاد آگیا۔ اس طرح پر دوست دشمن میں پوری تمیز کرلینی چاہیے۔ اور پھر ان سے مراتب اور ان کے رویہ کے مطابق نیکی کرنی چاہیے۔

افراد جماعت سے ان کے مختلف مراتب کے مطابق سلوک کرنے کی نصیحت

اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔ کیا ایک کھیت میں جب گندم بوئی جائے تو ساری فصل ایک ہی طرح اگتی ہے۔ بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہوجاتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں بعض

کسی اور طرح قابل ثمر نہیں رہتے۔ غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں ان کو کوئی ضائع نہیں کرسکتا۔ خدا تعالیٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے وہ بھی ایک طرح کی کھیتی ہے۔ اسی لئے اس اصول پر اس کی ترقی ضروری ہے۔ پس یہ دستور ہونا چاہیے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض نہ ہونا چاہیے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔ جماعتی جذبہ کے تحت اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے کہ۔ تعاونوا علی البر و التقویٰ۔ کہ نیکی اور تقویٰ سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ کمزور بھائی کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہوجاؤ۔ بدنی کمزریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہوسکتی۔ جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جو ایک دوسرے کو کھائے۔ اور جب چار مل بیٹھیں۔ تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے بلکہ اجماع میں چاہیے کہ قوت آجاوے اور وحدت پیدا ہوجاوے جس سے محبت آتی ہے برکات پیدا ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخالف لوگ جو ہماری ذرا ذرا سی بات پر نظر رکھتے ہیں۔ معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کردیتے ہیں اور خلق کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر اندرونی کمزوریاں نہ ہوں تو کیوں کسی کو جرات ہو کہ اس قسم کے مضامین شائع کرے اور ایسی خبروں کی اشاعت سے لوگوں کو دھوکا دے۔ کیوں نہیں کیا جاتا کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے۔ اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے۔ اور تمام عادتوں پر رحم، ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کرلیا جاوے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہیں جو دلشکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔

جماعت کو اخوت و ہمدردی کی نصیحت

ہماری جماعت میں مضبوطی اور قوت نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ جس کو پوری طاقت دی گئی ہے، وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا۔ بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لئے دعا کرے، محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جاوے۔ اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہوجاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی اور مضبوط ہوتی ہے کہ بعض کی ہمدردی کر کے پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تو تب ایک وجود ہوکر ایک دوسرے کے جوارح ہوجاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھایا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لئے اشتہارات دے۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بناتا ہے۔ تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمت اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں اسی نے وعدہ کیا ہے۔ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامة۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی۔ مگر یہ جو ابتلا کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا۔ اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا گناہ ہے۔

نئی برادری اور نئی اخوت

اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت

قائم ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم دفاع اور دین کی اشاعت کی غرض سے بنائی ہے جس میں کمزور، مضبوط، امیر اور غریب، بچے، جوان اور بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں۔ پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں۔ ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جدا جدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ (ملفوظات جلد سوم ص ص ۳۴۸۔۳۵۰)

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کو جماعت کے اتحاد اور مضبوطی کی کتنی فکر تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ اپریل 1908ء کے آخری ہفتہ میں لاہور تشریف لائے تو اپنی وفات سے ایک دن پہلے یعنی 25 مئی کو بمعہ بیگم صاحبہ حسب معمول بند گاڑی میں سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن چہرہ اداس تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ حضور آج اداس نظر آرہے ہیں۔ فرمانے لگے ہاں۔ میری حالت اس ماں کی طرح ہے جس کا بچہ ابھی چھوٹا ہو اور اپنے تئیں سنبھال نہ سکتا ہو اور اس کو چھوڑ کر رخصت ہو رہی ہو۔ اس میں اپنی موت کی طرف واضح اشارہ تھا۔ اور بچہ جسے چھوڑ کر یہ روحانی ماں جا رہی تھی وہ جماعت تھی۔

اللہ تعالیٰ کی جناب میں مجھ ناچیز کی درمندانہ دعا ہے کہ وہ ہم میں باہم اتحاد اور وحدت کو مضبوط سے مضبوط تر کرے۔ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے اور دین کی خدمت کے لئے ہمارے دلوں میں جذبہ اور ایمان پیدا کرے۔ آمین۔

بچوں کا سال

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے سال 2010ء کو بچوں کا سال قرار دیا ہے جس میں بچوں کی تربیت اور ان کی سرگرمیوں پر زیادہ توجہ دی جائے گی۔ سب سے پہلے پانچ وقت کی نمازوں کی پابندی پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک مراسلہ کے ذریعہ والدین اور دیگر بزرگوں سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ بچوں کو مسجد میں زیادہ سے زیادہ باجماعت نمازوں میں شریک کرائیں۔ اس کے علاوہ مسجد میں نمازوں میں شریک ہونے والوں کا ریکارڈ رکھا جائے گا اور ہر ماہ کے آخر میں سب سے زیادہ باقاعدگی سے نمازوں میں شریک ہونے والے بچوں کو حضرت امیر ایدہ اللہ انعام دیں گے۔ اور ان کا نام ''پیغام صلح'' میں بھی شائع کیا جائے گا تاکہ دوسرے بچوں کو اس سے تحریک پیدا ہو۔

سیکرٹری

شبان الاحمدیہ مرکزیہ

قرآن مجید کی روشنی

''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو کھڑے، بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر اللہ کو یاد کرو۔۔۔ نماز مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔'' (۱۰۳:۴)

''اور دن کی دونوں طرفوں میں اور پہلی رات نماز کو قائم رکھ۔ کیونکہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ یہ نصیحت قبول کرنے والوں کے لئے نصیحت ہے'' (۱۱:۱۱۴)۔

بابرکت تقریب عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

احباب و خواتین سے گذارش ہے کہ اپنے دوستوں اور اہل خانہ کے ہمراہ اس بابرکت تقریب میں شمولیت فرمائیں۔

پروگرام عید میلاد النبیؐ

بمطابق۔ ہفتہ 27 فروری 2010

بعد از نماز عصر جامع دار السلام، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور میں منعقد ہوگا۔ نماز مغرب و عشاء جمع کی جائیں گی۔ آخر میں عشائیہ پیش کیا جائے گا۔

نوٹ: اس بابرکت تقریب کے لئے عطیہ دینا چاہیں تو دفتر سے رابطہ کریں۔

فون 5862956 / 5863260

چوہدری ریاض احمد

سیکرٹری مقامی جماعت احمدیہ لاہور

کوئز: اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر 1: رسول اکرم صلعم نے کتنے حج کیے؟

سوال نمبر 2: نماز عشاء میں کتنی رکعت نماز فرض ہوتی ہے؟

سوال نمبر 3: حضور صلعم نبوت سے پہلے کس جگہ پر عبادت کرنے کے لئے جاتے تھے؟

سوال نمبر 4: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہاں پر فوت ہوئے؟

سوال نمبر 5: قادیان کا اصل نام کیا تھا؟

نومبر 2009ء کے شمارہ میں دیئے گئے سوالات کے صحیح جوابات دینے والے بچوں کے نام:

۱۔ ثناء احمد (لاہور) ۲۔ عالیہ ابرار (لاہور)

مرتبہ: ناصر احمد

شخصیات کا تعارف

عبدالشکور حسینی صاحب، ہیگ (ہالینڈ)

عبدالشکور حسینی صاحب جو اس وقت ہیگ میں رہائش رکھتے ہیں ان کے والد محترم حسین عبداللہ صاحب کا تعلق لکھنو ہندوستان سے تھا۔ عبدالشکور حسینی صاحب 7 فروری 1935ء کو ڈسٹرکٹ سٹی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم پارامار یبو کے ساروں سکول میں پائی جو سلانگن ہاوتھ سٹراٹ میں تھا جہاں ٹرین کے ذریعہ جانا پڑتا تھا۔ والد محترم ڈسٹرکٹ سرینام میں برف کے گولے بیچا کرتے تھے۔ 1946ء میں یہ نکیری چلے گئے اور ایک لکڑی کاٹنے کے آرے پر کام کرنا شروع کیا۔ لیکن اسی سال واپس پارامار یبو آگئے اور چاول کے کھیتوں میں کھیتی باڑی کرنے لگے۔ لیئے ڈن ڈسٹرکٹ، سرینام پارامار یبو سے تقریباً 20 کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں انہوں نے تین سال تک کام کیا اور پھر انہوں نے محترم مولوی احمد علی صاحب کے لئے بھی کھیتی باڑی کا کام کیا۔ بالآخر مولوی احمد علی صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی حلیمہ کے ساتھ 1951ء میں شادی ہوگئی۔ اس کے بعد پارامار یبو میں کپڑا سینے کا کام شروع کیا اور اس میں کافی مہارت حاصل کر لی۔ اور پھر کلو محمد حنیف صاحب کی دوکان پر کام کیا اور مزید مہارت حاصل کی۔ یہ دوکان ہب سٹین سٹراٹ پر واقع تھی۔ مارچ 1970ء میں ''عبدالشکور ٹیلرز'' کے نام سے پت فن وانیکا (اندرا گاندھی روڈ) کے لئے سپلائی وغیرہ کا اپنا کام شروع کیا۔ 12 اپریل 1960ء میں ہیگ آگئے۔ گورنمنٹ پرنٹنگ پریس میں جلد بندی سیکشن میں طباعت کے اہم کاموں کے شعبہ میں کام شروع کیا۔ 1985 میں بیماری کی وجہ سے ریٹائر ہوگئے۔ سرینام میں امداو یہ اسلام انجمن کی نوجوانوں کی تنظیم کے ممبر بنے۔ ابوبکر احمد علی صاحب جو محترم مولوی احمد علی صاحب کے بڑے بیٹے تھے اس تنظیم کے صدر تھے۔ پت فن وانیکا اسلامی انجمن کی ایک بڑی شاخ ہے۔ سرینام اسلامک ایسوسی ایشن فاونڈیشن دیگر تمام انجمنوں میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی انجمن کا ایک شعبہ سٹچنگ قرآن فانس نے قرآن مجید کے ڈچ ترجمہ کو جاوا نڈونیشیاء جماعت کے ایک مایہ ناز عالم جناب سودیوو صاحب نے کیا تھا۔ اس کو دوبارہ طبع کرایا۔ شکور حسینی صاحب نے اس کی طباعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آج کل شکو رصاحب ''سٹچنگ احمدیہ انجمن'' کے سرگرم رکن ہیں

نور محمد سردار صاحب، ہیگ (ہالینڈ)

نور محمد سردار صاحب 7 اپریل 1934ء سرا کمہ گاؤں جو پارامار یبو سے 65 میل دور تھا پیدا ہوئے۔ چونکہ ہندووں کی دوکان پر کام کرنے کا مسلمانوں نے بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ اس لئے 1944ء میں لائیڈن۔ ڈسٹرکٹ سرینام جو گاؤں سے 15 میل کے فاصلہ پر تھا پڑھنے کے لئے جاتے۔ 1949ء میں اپنی بڑی بہن کے پاس پارامار یبو چلے گئے اور درزی کا کام سیکھنا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں کپڑا بیچنے کی غرض سے ان کو جگہ جگہ پھرنا پڑتا تھا اور 1951ء میں چھ ماہ تک ایک بیکری میں بھی کام کیا اور پھر تین سال تک ہندو کی کپڑے کی ایک بڑی دکان پر کام کیا۔ 17 فروری کو 1954ء میں شادی ہوگئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر غفور خان صاحب کے والد کی کپڑے کی دوکان پر 4 سال تک کام کیا۔ 1953ء میں اپنا گھر خرید لیا۔ 1957ء تا 1959ء تک اپنی درزی کی دوکان چلائی۔ کپڑا بیچنے کے سلسلہ میں نکیری جو 145 کلومیٹر دور تھا اور کرروئی جو 110 کلومیٹر دور تھا، باری باری ایک ایک ہفتہ کے لئے جانا پڑتا۔ اس سلسلہ میں دریا پار کر کے جانا پڑتا تھا۔ 1959ء تا 1964ء شیر محمد غفور خان صاحب جو نور محمد سردار صاحب کے سسر تھے ان کا لکڑی کاٹنے کا آرا تھا۔ جنگل سے لکڑی کاٹ کر لاتے اور دوسروں کو بیچنے کا کام کرتے رہے۔ اس کام میں کافی فائدہ ہوا۔ چنانچہ شیر محمد غفور خان صاحب نے اپنا آراء بنالیا۔ ستمبر 1974ء تک لکڑی کاٹ کر بیچنے اور بلڈنگ وغیرہ کی تعمیر کا کام کرتے رہے۔ اس عرصہ میں ملک میں نیگرو لوگوں کا زور شروع ہوگیا۔ اور وہ الیکشن کے ذریعے حکومت میں آگئے۔ بچوں کی تعلیم خاص طور پر بچیوں کی تعلیم کے لئے مشکلات پیدا ہوگئیں۔ چنانچہ سرینام چھوڑ کر ستمبر 1974ء میں ہیگ، ہالینڈ آگئے اور اسی سال وہاں اکتوبر میں ری خین Rigen میں رہائش اختیار کی۔ ان دنوں جمعہ کی نماز زہرہ جہانگیر صاحبہ کے گھر پر ہونے لگی۔ پھر دسمبر میں اپنا گھر خرید لیا۔ مارچ 1975ء میں عبدالمجید حسن محمد صاحب نے سرینام سے آکر کہا کہ تم نے اپنا گھر تو بنا لیا اور اپنی روزی روزگار کے لئے دن رات محنت کر رہے ہو۔ ادھر احمدیہ انجمن کا نام نکالا جا رہا ہے اس کی طرف بھی توجہ دو۔ اپریل میں لوگوں کی میٹنگ بلائی گئی لیکن اس میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ بالآخر نجیب رجب شیخ صاحب کو صدر چنا گیا کہ وہ اس منصوبہ کے لئے کمیٹی مقرر کریں۔ لیکن بدقسمتی سے چند ماہ بعد وہ فوت ہوگئے اور کمیٹی نہ بن سکی۔ بوگس بداللہ صاحب جو نائب صدر تھے انہوں نے بات کو آگے بڑھایا اور ایک میٹنگ بلائی۔ نور محمد سردار صاحب کے گروپ نے 102 ووٹوں میں سے 4 ووٹوں کی اکثریت سے الیکشن جیت لیا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے دو دن کے بعد 126 لوگوں کے دستخط سے یہ موقف اختیار کیا کہ یہ الیکشن ٹھیک نہیں ہوا بہت سے ووٹروں کے نام درج ہی نہیں ہوئے۔ اس بات پر جھگڑا ہوگیا۔ اور

یہ جھگڑا 1976ء تک چلتا رہا۔ مقدمہ عدالت میں جانے سے پہلے کچھ لوگوں نے نور محمد سردار صاحب کو مشورہ دیا کہ عدالت میں جانے کی بجائے ایک الگ جماعت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ نیدرلینڈ کے نام سے بنائی جائے۔ اس جماعت کا باقاعدہ افتتاح محترمہ ذکیہ شیخ صاحبہ نے کیا۔ اس کے بعد ماسٹر محمد عبداللہ صاحب امریکہ سے آئے اور جماعت بنانے کی کوشش کو سراہا۔ چنانچہ ہیگ میں خین سٹراٹ میں ایک چرچ کو کرایہ پر لے کر جمعہ اور عیدین کی نمازیں ہونے لگیں۔ 1977 میں پول خرولان میں جگہ خرید لی گئی۔ نومبر 1977ء میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اس جگہ مرکز بنانے کے کام کا افتتاح کیا۔ ایک لاکھ دس ہزار گلڈر چندہ جمع ہوا۔ انگلستان سے بھی 25 افراد کے وفد نے شرکت کی۔ چالیس ہزار کا قرضہ ادا ہونا رہ گیا۔ تجویز ہوا کہ اس قرضہ کو ایک سال میں ادا کر دیا جائے۔ اس موقع پر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اپنا بٹوا میز پر رکھ دیا۔ اور اس کی بولی ہونے لگی۔ اس کے ذریعہ 44 ہزار گلڈر اکٹھے ہوگئے۔ اس سے ایک ملحقہ سکول کی بلڈنگ بھی خرید لی گئی اور دونوں عمارتوں کو ایک کی شکل میں ایک عمارت میں تبدیل کر دیا گیا۔ اس عمارت میں نماز پڑھنے کی جگہ کے علاوہ 50 طلباء کو اُردو پڑھانے کے لئے سکول قائم کیا گیا جس میں محمود احمد علی صاحب۔ بیگم زمرد رمضان صاحبہ اور الٰہی بخش صاحب استاد مقرر ہوئے۔ اسی عمارت میں ایک چھوٹا سا پریس بھی قائم کیا گیا جہاں سے ''الحق'' ماہوار رسالہ شائع ہوتا جس کے ایڈیٹر عبدالسعید حسینی صاحب تھے۔ اس دوران قرآن مجید، ریلیجن آف اسلام اور دیگر کتب جن کے ڈچ تراجم انڈونیشیا جماعت کے جناب سودیوو صاحب نے کیے۔ ان کے عکسی ایڈیشن پاکستان میں شائع کرائے گئے۔ یہ کتب 1980ء میں مولانا عبدالرحیم جگو صاحب انڈونیشیا سے لائے تھے۔ پھر اسی عمارت میں نور محمد سردار صاحب نے لائبریری بھی قائم کی۔

1987ء میں ایک بین الاقوامی احمدیہ کنونشن ہوا۔ اسی دوران جماعت کے لئے قبرستان کی جگہ بھی خریدی گئی جو اب تقریباً بھر چکی ہے۔ اس دوران کچھ اندرونی اختلاف شروع ہونے لگے۔ کچھ لوگوں کو جن میں نور محمد سردار صاحب اور عبدالسعید حسینی صاحب پیش پیش تھے۔ حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور مولانا حافظ شیر محمد صاحب نے مشورہ دیا کہ کتب کے تراجم اور ان کی اشاعت کے کام کو الگ کر دیا جائے۔ عبدالسعید حسینی صاحب۔ ہاشم حسینی صاحب اور جیرل سردار صاحب کا خیال تھا کہ اس شعبہ کو ایک ٹرسٹ کی شکل دے دی جائے۔ لیکن وقتی طور پر اس خیال کو چھوڑ دیا گیا۔ لیکن جب حالات زیادہ بگڑنے لگے تو 1985ء میں اس خیال کو عملی شکل دی جانے لگی اور 1989ء میں 265 کپلر سٹراٹ میں ایک تین منزلہ عمارت خرید لی گئی۔ اسی سال 7 اپریل کو اس ٹرسٹ کا آئین بنا۔ اس کا افتتاح محترم محمود علی صاحب نے 1989 میں کیا۔ اوپر کی منزل کو ٹھیک کر کے مسجد کو اوپر منتقل کر دیا گیا۔ پچھلی عمارت اور اگلی عمارت کے درمیان باغیچہ تھا اس پر چھت بنا کر ہال بنا لیا گیا۔ 1989 میں پہلی کتاب ''زندہ نبی کی زندہ تعلیم'' کا ڈچ زبان میں ترجمہ شائع کیا گیا اور قبرستان کے لئے جگہ بھی لی گئی۔ پریس سے سہ ماہی ''اقراء'' ڈچ زبان میں جاری کیا گیا جس کے ایڈیٹر عبدالسعید حسینی صاحب تھے۔ 2001ءمیں ساتھ والی بلڈنگ 6 لاکھ 60 ہزار گلڈرز میں رمضان کے مہینہ میں خریدی گئی۔ ایک لاکھ گلڈرز پیشگی رقم دے دی گئی۔ اس جگہ لوہے کی سیڑھیاں بنانے کا کارخانہ تھا۔ 50 ہزار گلڈر اس کی مرمت پر خرچ ہوئے۔ اس کے بعد مسجد کو ساتھ والی عمارت میں منتقل کر دیا گیا۔

نور محمد سردار صاحب ہالینڈ آنے سے پیشتر سرینام میں بھی جماعت کی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ 1967 میں سرینام میں امداد و یہ اشاعت اسلام، چوفان و یکا کی مجلس منتظمہ کے ممبر تھے۔ یہ جگہ پارا ماریبو سے 10 کلومیٹر دور تھی۔

1968 میں اس انجمن نے انڈونیشیا کے سودیوو صاحب کے ڈچ ترجمہ مع تفسیر کو دوبارہ ایک ہزار کی تعداد میں طبع کروایا۔ 1969ء میں پارہ ماریبو کی انجمن قیصر سٹراٹ میں الیکشن ہوا۔ اس کمیٹی میں نور محمد سردار صاحب صدر اور لعل محمد صاحب سیکرٹری تھے۔ الیکشن کے ذریعہ ڈاکٹر اسحاق جمال الدین صاحب صدر منتخب ہوئے۔ مولانا عبدالرحیم جگو صاحب، ایوب گلزار صاحب۔ مجید رجب صاحب اور محمد راجہ صاحب کی تجویز پر نور محمد سردار صاحب کو بھی مجلس منتظمہ کا ممبر لے لیا گیا۔ 1973ء میں نور محمد سردار صاحب نے نئی عمارت بنانے کی تجویز پیش کی۔ عطاء اللہ صاحب نے تخمینہ اور خاکہ تیار کیا۔ اقبال غفور خان صاحب نے بلو پرنٹ تیار کیا۔ سرجو سنگھ صاحب نے بطور انجینئر خدمات سرانجام دیں۔ افتتاح کے لئے مولانا غلام احمد بشیر صاحب کو ہالینڈ سے دعوت دے کر بلایا گیا اور ایک لاکھ بیس ہزار گلڈر کے عطیہ جات اکٹھے ہوئے۔ کروڑ کا میے وِخ، پارا ماریبو میں سکول اور یتیم خانہ کے لئے عمارت کی تعمیر کے لئے ایک کروڑ 2 لاکھ گلڈرز کی ضرورت تھی یہ رقم محترم طیب احمد صاحب جو اس وقت یورپین یونین کے سوشل منسٹر تھے اس ادارے کی طرف سے یہ رقم مہیا کی گئی۔ جب عمارت کی تعمیر کا پورا اندازہ لگایا گیا تو 35 ہزار گلڈر کی کمی رہ گئی۔ اس کے لئے نور محمد سردار صاحب اور لعل محمد صاحب کی کوشش سے ٹھیکیدار نے دیگر کئی تعمیراتی کاموں کی عوض چھوڑنے پر راضی ہو گیا اس طرح پارا ماریبو، سرینام کی مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ جب یہ خوبصورت عمارت تیار ہو گئی تو 1984ء میں حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے اس کا افتتاح کیا۔

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

جامع دارالسلام، لاہور کے صدر دروازے پر چند احباب حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ دائیں طرف آخر میں محترم عامر عزیز الازہری صاحب کھڑے ہیں۔

سالانہ دعائیہ دسمبر 2009ء کے موقع پر سامعین کے مختلف مناظر۔

سالانہ دعائیہ دسمبر 2009ء کے موقع پر شریک بچوں کا ایک منظر۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ صالحہ انوار احمد صاحبہ کو "ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل" دے رہے ہیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ حامد رحمان "گولڈ میڈل" سلمان شکیل کو دے رہے ہیں۔

JANUARY 2010

محرم/صفر 1431

Day	Date	Hijri
FRI	1	14
SAT	2	15
SUN	3	16
MON	4	17
TUE	5	18
WEd	6	19
THU	7	20
FRI	8	21
SAT	9	22
SUN	10	23
MON	11	24
TUE	12	25
WEd	13	26
THU	14	27
FRI	15	28
SAT	16	29
SUN	17	30
MON	18	صفر
TUE	19	2
WEd	20	3
THU	21	4
FRI	22	5
SAT	23	6
SUN	24	7
MON	25	8
TUE	26	9
WEd	27	10
THU	28	11
FRI	29	12
SAT	30	13
SUN	31	14

مولوی احمد علی مرحوم و مغفور

مولوی شیخ احمد علی صاحب ۱۸۹۴ میں ہندوستان میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد کا نام بندے علی تھا۔۱۹۱۱ء میں آپ پانچویں جماعت میں تعلیم حاصل کررہے تھے۔اس وقت آپ کے ایک ہم مکتب بعد میں انڈیا کے وائس پریذیڈنٹ ہوئے۔۱۹۱۵ یا ۱۹۱۶ء میں آپ سمندری جہاز کے ذریعہ سرینام تشریف لائے اور ۵ سال تک زمیندار ستیل سنگھ کے ہاں سرداری کی نوکری کی۔اس عرصہ میں آپ دینی خدمات اور تبلیغ بھی کرتے رہے۔ایگریمنٹ کا زمانہ جب ختم ہوا تو آپ پر سخت مشقت کا زمانہ آیا جس میں آپ جنگلوں سے چھت بنانے کے لئے ''تولی'' نام کے پتے کاٹتے اور کشتیوں کے ذریعہ دوسرے گاؤں اور شہروں میں فروخت کے لئے بھیجتے۔اس مشکل زمانہ میں بھی آپ دینی خدمات بھی سرانجام دیتے رہے۔ بعد میں آپ نے درزی کا کام شروع کیا اور غفور خان صاحب کی دختر درخانی صاحبہ سے شادی کرلی۔آپ کی بیگم صاحبہ بھی آپ کے ساتھ خدمت دین کے کام میں دل و جان سے مدد کرتیں۔مولوی احمد علی صاحب مرحوم نے تمام عمر اشاعت اسلام اور خدمت احمدیت میں صرف کی۔ذریعہ معاش درزی کا کام، کپڑے کی تجارت اور کھیتی باڑی تھا۔لیکن قابل رشک بات یہ ہے کہ ان سب مصروفیات کے باوجود آپ امام تھے، مبلغ اور مدرس بھی تھے اور اخبار ''حقیقت اسلام'' کے ۲۵ سال تک ایڈیٹر رہے۔آپ سرینام گاؤں میں سائیکل پر کپڑا فروخت کرتے اور ساتھ ساتھ تبلیغ کا کام بھی کرتے اور لوگوں کو دینی علم بھی سکھاتے تھے۔آپ نے ۳۵ سال تک اردو اور عربی سکول یعنی مدرسہ امدادیہ اسلام میں بچوں ، بڑوں ، مردوں اور عورتوں کو دینیات پڑھائی۔آپ کے بہت سارے شاگرد احمدی اور سنت و الجماعت جماعتوں میں امامت، مدرس اور تبلیغ اسلام کے کام سرانجام دیتے رہے۔آپ ہی نے ۱۹۳۴ء میں اخبار ''پیغام صلح'' پڑھنے کے بعد بزرگوں سے مشورہ کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، لاہور سے خط و کتابت کے ذریعہ تبلیغ کے سلسلہ میں امداد طلب کی اور پہلی بار ٹرینیڈاڈ سے جناب مولوی امیر علی صاحب سرینام تشریف لائے اور اس طرح وہاں تقاریر اور درس و تدریس کا کام منظّم طریق پر شروع ہوا۔

آپ دین اسلام کی حفاظت میں اور بانی سلسلہ احمدیت حضرت مرزا غلام احمد مسیح زماں کے بارے میں آریوں اور عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات تقریر یا تحریر اور اخبار کے ذریعہ دیتے۔آپ کی دلی تمنا تھی کہ سرینام میں قرآن شریف ڈچ زبان میں لوگوں تک پہنچایا جائے۔یہ کام آپ کی وفات کے بعد سرینام قرآن فونس (احمدیہ اسلام شاخ انجمن اسلامیہ سرینام) کے ذریعہ پورا ہوا۔آپ کی بیگم صاحبہ بچوں کو دینی و دنیاوی تعلیم کے لئے بہت کوشش فرماتیں۔آپ کی بیگم صاحبہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئیں اور ۱۰ اگست ۱۹۷۳ء کو ان کی وفات ہوئی۔اور خود محترم مولوی احمد علی صاحب ۲۹ نومبر ۹۷ء کو اللہ کو پیارے ہوئے۔آپ انجمن اسلامیہ، سرینام اور احمدیہ جماعت کے بہت بڑے خدمت گذار تھے۔آپ کو اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ آپ کے سب بیٹے، بیٹیاں، داماد اور بہویں دین کی خدمت کرنے والے اور مخلص اور تحریک احمدیت لاہور کے ممبر ہیں۔ہیگ میں ان کے بیٹے عبدالحمید صاحب، بیٹی حلیمہ حسینی، داماد عبدالشکور حسینی صاحب، نواسے عبدالسعید حسینی صاحب اور عبدالہاشم حسینی صاحب کی دینی خدمات قابل ستائش ہیں۔ان کی وجہ سے سٹختنگ احمدیہ انجمن اب ایک نہایت متحرک اسلامی مرکز کی شکل اختیار کرچکا ہے۔جس نے ڈچ زبان میں اسلام اور تحریک احمدیت کے بارے میں نہایت عمدہ اور مستند کتب ڈچ زبان میں تراجم اور دیگر کتب شائع کی ہیں۔ابھی حال ہی میں اس انجمن نے نابینا لوگوں کے لئے ''بریل'' میں قرآن مجید کا ڈچ ترجمہ بھی شائع کیا ہے۔

FEBRUARY 2010

صفر/ربیع الاول 1431

Day	Date	Hijri
MON	1	15
TUE	2	16
WEd	3	17
THU	4	18
FRI	5	19
SAT	6	20
SUN	7	21
MON	8	22
TUE	9	23
WEd	10	24
THU	11	25
FRI	12	26
SAT	13	27
SUN	14	28
MON	15	29
TUE	16	ربیع الاول
WEd	17	2
THU	18	3
FRI	19	4
SAT	20	5
SUN	21	6
MON	22	7
TUE	23	8
WEd	24	9
THU	25	10
FRI	26	11
SAT	27	12
SUN	28	13